دفاعِ حضرتِ مُعاویہ رضی اللہ عنہ
از قلم
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین
سُنّی اکیڈمی

بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ

مولوی مہر حسین شاہ بخاری کی کھلی چٹھی کا جواب بعنوان

دفاعِ حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ

از قلم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

مکتبہ کتاب گھر

رحمان پلازہ مچھلی منڈی
اردو بازار، لاہور۔
Ph: 042-7214882, 0321-4044602

سلسلہ اشاعت نمبر ①

کتاب

دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

تالیف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

ناشر

سُنّی اکیڈمی

جامعہ اہل سنت تعلیم النسا، عقب مدنی جامع مسجد چکوال

اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

کمپوزنگ

رشید احمد صدیقی
03004742551

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

بسم اللہ حامدا و مصلیاً

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ (۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء/۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) فاضل دیوبند، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے تقریباً پون صدی مذہبِ اہلِ السنّت والجماعت کی تبلیغ وتحفظ کے لیے تحریری وتقریری طور پر جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کے پیشِ نظر کسی مخصوص فرقہ کی فقط تردید کے بجائے اہل سنت کے اجماعی عقائد ونظریات کو دلائل و براہین سے بیان کرنا تھا۔ آپ اس حوالے سے ہر طبقۂ فکر کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کو نقد و جرح کے میزان میں پرکھتے اور حقیقت واضح کرتے۔ حضرت قاضی صاحب بلاشبہ دورِ حاضر میں بلاخوف لومۃ لائم جرأت وحق گوئی کی بہترین مثال تھے۔

(رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ)

سنی اکیڈمی کے قیام کی غرض حضرت موصوف رحمہ اللہ کی جملہ تصانیف و بیانات کو منظرِ عام پر لانا ہے۔ اس سلسلہ کی ''پہلی کاوش'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خدا کرے ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور اکیڈمی جس کے قیام کا خواب حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں دیکھا تھا اس کی حقیقی تعبیر ثابت ہو۔ حضرت

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اس آرزو کو اپنی مایہ ناز تصنیف ''بشارت الدارین'' میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ''سنی اکیڈمی'' بھی قائم کی جائے گی جس کے ذریعہ سنی اہم تصانیف کی اشاعت ہوتی رہے۔'' (ص، ۵۳۷)

والسلام

زاہد حسین رشیدی
جامعہ اہل سنت تعلیم النسآء
عقب مدنی جامع مسجد چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی خُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

قریباً ۴/۵ ماہ پہلے ایک کتابچہ صفحات ۲۳ بعنوان: کھلی چٹھی بنام مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ مؤلفہ سیّد مہر حسین شاہ صاحب بخاری ساکن کامرہ ضلع اٹک شائع ہوا ہے۔ جو انہوں نے مجھے خود بھیجا ہے (لیکن اس کتابچہ میں تاریخ تصنیف اور پریس کا نام مجھے نہیں مل سکا۔ ایسا کیوں؟ واللہ اعلم) اس میں انہوں نے میری کتاب ''خارجی فتنہ'' حصہ اول کی بعض عبارتوں پر اعتراض کیا ہے۔ شاہ صاحب موصوف تین چار سال سے میرے ساتھ خط وکتابت کرتے رہے ہیں۔ میری سابقہ تصانیف کی تعریف وتائید بھی کرتے رہے ہیں۔ اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۹/ دسمبر ۱۹۸۱ء میں انہوں نے مجھے ان الفاظ سے یاد کیا:

''مجاہد کبیر امام اہل سنّت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم۔''

مکتوب محررہ ۴/ مارچ ۱۹۸۳ء میں یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ:

آپ ایک ماہنامہ کا دفتر تحریک خدام اہل سنت سے اجراء فرماویں، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اہل سنت کے کئی مدارس سے ماہنامے نکلتے ہیں مگر وہ سنی ضروریات کو پورا نہیں کرتے۔ لہٰذا آپ توکلت علی اللہ ماہنامہ اہل سنت کا اجراء فرمادیں۔''

ایک دو مرتبہ تحریک خدام اہل سنت کے سالانہ جلسہ بمقام مرزا اٹک میں انہوں نے ملاقات بھی کی۔

کتاب خارجی فتنہ پر علماء کے تبصرے

الحمدللہ ''کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل'' سنی عوام وخواص میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ سُنی علمائے کرام نے اس کی تائید فرمائی ہے اور ملک کے مؤقر جرائد میں اس پر تائیدی

تبصرے لکھے گئے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ کتابی صورت میں شائع کیے جائیں گے۔ یہاں ان کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:

سب سے زیادہ مفصل تبصرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید مجدہم کا ہے۔ چونکہ اس کتاب میں دو اہم مسئلے زیرِ بحث آئے ہیں۔ (۱) حضرت علیؓ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد تھے۔ (۲) مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم (یعنی جنگ جمل وصفین) میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق وصواب پر تھے اور ان کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطائے اجتہادی کا صدور ہوا ہے اس لیے مولانا محمد یوسف صاحب موصوف اپنے تفصیلی تبصرہ میں اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہل حق پر جس طرح روافض کی تردید لازم ہے اسی طرح خوارج ونواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے اور جس طرح خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہل حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے۔ الخ (ماہنامہ بینات کراچی، ص ۴۷ جنوری ۱۹۸۴ء)

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں شعبہ دعوت و ارشاد کے صدر تھے۔ بینات کے اس تبصرے سے وہ اتنے ناراض ہوئے تھے کہ مستعفی ہو کر اس ادارہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(۲) ماہنامہ البلاغ کراچی (شمارہ اکتوبر، نومبر ۱۹۸۳ء) میں لکھتے ہیں:

زیرِ تبصرہ کتاب خارجیت اور ناصبیت کے فتنہ کا تریاق ہے۔ موصوف نے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی (کراچی) کا مسلک بیان کرنے کے بعد اس پر تبصرہ فرمایا ہے اور ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور بتایا یہ گیا ہے کہ اہل السنّت

والجماعت کے نزدیک اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزاری اور ان کی مخالفت رفض وشیعیت ہے اور محبت اہل بیت کے باوجود صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر سنّیت ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں مشاجرات صحابہ کے بارے میں اکابر علماء حق کے اقوال اور ان کے تحریری اقتباسات پیش کیے ہیں اور ہر طرح مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ یہ کتاب محض تحفظ مسلک کی خاطر تحریر کی گئی ہے۔ اس کی اشاعت سے کسی کی توہین یا دلآزاری مقصود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح اہل السنّت والجماعت کے مسلک کا پابند بنائے جو افراط وتفریط سے پاک اور غلو سے مبرّا ہے۔ الخ

③ ماہنامہ الحق (اکوڑہ خٹک) مارچ ۱۹۸۳ء میں تبصرہ نگار لکھتے ہیں:

دراصل خوارج فرقہ سبائیہ (جو اسلام کا سب سے پہلا فرقہ ہے جس کا بانی ابن سبا ایک یہودی نومسلم تھا جس نے حضرت عثمانؓ کے مخالفین کو ایک شیرازہ میں مجتمع کیا تھا) کی دوسری شاخ ہے اور پہلی شاخ نے اپنے کو علویہ یا شیعانِ علیؓ کے لقب سے مشہور کیا۔ خوارج کی تردید خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ومذکور ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی زیرِ تبصرہ کتاب میں "ما انا علیہ واصحابی" کے اصول کے پیش نظر اصلاً خوارج اور ضمناً اہل تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ محمود احمد عباسی اور اس کے پیروکاروں سے ٹھوس علمی بنیادوں پر گفتگو کی ہے۔ اس کتاب میں بھی ان کی باقی تصنیفات کی طرح تحریر شستہ اور لہجہ متین ہے جو ہر طبقہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

④ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جولائی ۱۹۸۳ء میں رقمطراز ہیں:

زیرِ نظر کتاب مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی (کراچی) کا مسلک اور خارجی فتنہ

میں مولانا قاضی مظہر حسین نے سندیلوی صاحب کے افکار و نظریات کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا ہے اور ان کے تمام گمراہ کن دلائل کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے ہیں۔ قاضی صاحب کے دلائل اتنے محکم ہیں کہ کسی سلیم الطبع شخص کے لیے ان کا رد کرنا ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے جو بات لکھی ہے پورے حوالے اور دلیل کے ساتھ لکھی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ سندیلوی صاحب جس ناصبیت کے علمبردار ہیں اس کی حدیں خارجیت کے ساتھ ملتی ہیں اور یہ کہ رفض۔ خارجیت اور ناصبیت ایک ہی درخت کی تین شاخیں ہیں۔ ہم قاضی صاحب کی اس بیش بہا علمی کاوش کو بنظرِ تحسین دیکھتے ہیں اور تمام اہل علم سے اس کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ کتاب ناصبیت کے سر پر گرز البرز شکن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ تمام شبہات اور وسوسے دور ہو جاتے ہیں جو روافض، خوارج اور نواصب کے زہریلے پروپیگنڈے سے بعض ذہنوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔

⑤ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ۲۸ رجون ۱۹۸۳ء میں لکھتے ہیں:

''حضرت قاضی مظہر حسین بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''خارجی فتنہ'' نام سے عنوان ظاہر ہے۔ اس کتاب میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے نظریات پر بحث کی گئی ہے جو انہوں نے ایک کتاب کی صورت میں پیش کیے ہیں۔ قاضی صاحب پر اللہ رب العزت کی بے شمار رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلک اعتدال کے علمبردار ہیں۔ افراط و تفریط سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بزرگوں، اکابر اساتذہ، سلف صالحین کے نظریات و عقائد کے ترجمان رہے ہیں۔ مسلکِ اعتدال سے کسی نے لغزش کی نہیں اور قاضی صاحب تیغ براں لے کر ٹوٹے نہیں۔ خارجیت کے اثرات کا سیلاب اہل سنت میں آتے دیکھ کر قاضی صاحب نے پل باندھنے کی کوشش کی ہے۔ ہر گھر میں جو اہل سنت کا دعویدار ہے اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

⑥ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ (خلیفہ حکیم الامت حضرت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ) کی یادگار میں ماہنامہ الخیر ملتان سے جاری ہوا ہے اس کے شمارہ فروری ۱۹۸۴ء میں کتاب ''خارجی فتنہ حصہ اوّل پر جو تبصرہ شائع ہوا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں:

کتاب میں مرکزی بحث اہل السنّت والجماعت کے اس موقف کو مدلل و مبرہن کرنے پر کی گئی ہے (۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف حق و باطل کا اختلاف نہیں بلکہ صواب و خطا کا ہے اور اجتہادی خطاء حق کے دائرہ میں ہی ہوتی ہے نہ کہ اس سے خارج مودودی صاحب جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باطل پر سمجھتے ہیں اور سندیلوی صاحب اور عباسی صاحب حضرت معاویہ کی اجتہادی خطاء کے بھی قائل نہیں ہیں لیکن اہل حق اس افراط و تفریط کے خلاف اعتدال پر قائم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس موضوع پر قاضی صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ جمہور اہل سنت کا مختار اور راجح موقف ہے اس لیے مصنف نے عقلی اور نقلی دلائل اور اسلاف کی غیر مبہم عبارات و تصریحات کا کافی ذخیرہ اس سلسلے میں پیش کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب موصوف نے اہل سنت کی صحیح صحیح ترجمانی فرمائی ہے مگر مولانا سندیلوی کے نظریات پر تنقید کرتے ہوئے کچھ ایسے جملے ان کے قلم سے نکل گئے ہیں جو ان کے مقام سے کمتر اور مولانا سندیلوی پر جارحانہ تنقید کے زمرے میں آتے ہیں۔ الخ

گو مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے بھی بینات کے تبصرہ میں یہی شکایت کی ہے کہ میرا لہجہ مولانا سندیلوی کے بارے میں سخت ہے۔ لیکن یہاں مسئلہ لہجہ اور طرز تحریر کا نہیں بلکہ مسئلہ مسلک اہل السنّت والجماعت کا ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ بندہ نے مسلک حق کی ترجمانی کی ہے اور صحیح العقیدہ علمائے اہل السنّت نے اس میں بندہ کی تائید فرمائی ہے۔ زیر بحث کتاب ''خارجی فتنہ'' سے وہی لوگ پریشان ہوئے ہیں جو خارجی اور ناصبی تھے یا جن میں خارجیت یا ناصبیت کے کچھ نہ کچھ اثرات تھے اور اس کے برعکس وہ لوگ ناخوش ہوئے ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی عظمت کے کماحقہ قائل نہیں ہیں اور خطائے اجتہادی سے تجاوز کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عنادی خطا اور ان کے موقف کے باطل ہونے کے قائل ہیں۔

سعید آبادی کتابچہ

کتاب خارجی فتنہ کے جواب میں ایک کتابچہ صفحات ۸۰ قریباً ۴/۵ ماہ ہوئے کراچی سے شائع ہوا ہے جس کا نام ہے: ''قاضی مظہر حسین چکوالی کے خارجی فتنہ کی اصل حقیقت'' اس کے مؤلف مولانا محمد علی [1] صاحب سعید آبادی (تلمیذ حضرت سندھیؒ) ظاہر کیے گئے ہیں یہ کتابچہ گویا کہ ایک خارجی تبرانامہ ہے۔ یہ چونکہ ''کھلی چٹھی'' کے بعد میں ملا ہے اس لیے اس کا جواب بعد میں لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ.

کھلی چٹھی کی حیثیت

مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے کسی داعیہ سے مغلوب ہو کر میرے نام کھلی چٹھی شائع کی ہے۔ حالانکہ علمائے کرام نے بندہ کے پیش کردہ موقف کو مسلک اہل السنّت والجماعت کی صحیح ترجمانی قرار دیا ہے۔ شاہ صاحب موصوف غالباً کوئی سند یافتہ عالم نہیں ہیں البتہ ان کو مولانا لعل شاہ صاحب بخاری مصنف ''استخلاف یزید'' سے بہت زیادہ عقیدت ہے۔ چنانچہ کتاب: ''خصائص نسائی فی مناقب مرتضوی'' میں عرضِ ناشر کے تحت ردِناصبیت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

---

[1] یہ مولانا محمد علی سعید آبادی کون ہیں؟ یہ ایسی غیر معروف شخصیت ہیں کہ قبل ازیں کراچی کے احباب کو بھی ان کا سراغ نہیں مل سکا نہ ہی اس سے پہلے ان کی کسی چھوٹی بڑی تصنیف کا ذکر ملا ہے۔ اب انہی دنوں میں اچانک ان کی وفات کی خبر ملی ہے۔ چنانچہ روزنامہ جنگ کراچی ۶/اپریل ۱۹۸۴ء مطابق ۳/رجب ۱۴۰۴ھ میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے: ''کراچی ۵/اپریل، مشہور انقلابی عالم مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگرد مولانا محمد علی سعید آبادی جو عرصہ دراز سے تبوک سعودی عرب میں مقیم تھے اور آج کل پاکستان آئے ہوئے تھے انتقال کر گئے۔ کل ان کی یاد میں ایک قرآنی مجلس شریف نگر کراچی میں منعقد ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین''۔ غالب خیال یہی ہے کہ ''کتابچہ اصل حقیقت'' کے مؤلف کوئی اور صاحب ہیں۔ مولانا سعید آبادی کا نام استعمال کیا گیا ہے واللہ اعلم.

ادھر سیدی و مرشدی فقیہ الامت ترجمانِ اہل سنت حضرت علامہ سید لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی نے نامحمود عباسی یزیدی کی رسوائے زمانہ اور مجموعہ خرافات کتاب کا مکمل مفصل مدلل تحقیقی رد کیا اور نادرۂ عصر تالیف ''استخلاف یزید'' تحریر فرمائی۔ راقم آثم کو حضرت بخاری مدظلہ کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت اور لگاؤ ہے فطرتاً ردِ ناصبیت میرا بھی محبوب موضوع بن گیا۔ اسی وجہ اور جذبہ سے مجلس تحفظ ناموس اہل بیت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ الخ

چونکہ مولانا لعل شاہ بخاری نے اپنی ضخیم کتاب ''استخلاف یزید'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس انداز سے تنقید کی ہے کہ ان کی دینی عظمت مجروح ہوتی ہے۔ اس لیے بندہ نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۲۴ تا ۴۳۶ میں ان کی کتاب ''استخلاف یزید'' کی بعض عبارات پر تنقید کی۔ اور ص ۴۲۸ کے حاشیہ پر یہ بھی لکھ دیا کہ:

> یزید کی تکفیر میں اہل السنّت، والجماعت میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ اس کے فسق پر اتفاق ہے لیکن اس سلسلے میں مولانا لعل شاہ بخاری نے جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدف طعن بنایا ہے۔ ان کے جن فضائل کے اکابر اہل سنت قائل ہیں ان پر بھی جرح کی ہے اور ترتیب وار ان کے منکرات کو تفصیلاً پیش کیا ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کی تنقیص کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ الخ

چونکہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب مولانا بخاری کی عقیدت و محبت سے مغلوب ہیں اس لیے وہ میری اس تنقید پر ناراض ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے خارجی فتنہ حصہ اول کی اشاعت کے بعد مجھے ایک خط بھی لکھا تھا (جبکہ ہمارا جماعتی جلسہ بمقام مرزا (اٹک) منعقد ہونے والا تھا) جس میں انہوں نے مولانا لعل شاہ صاحب سے میری بات چیت کرانے کی تجویز پیش کی تھی جس پر میں نے اپنے جوابی مکتوب محررہ ۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ میں ان کو لکھا تھا کہ:

> آپ نے اس خط میں بمقام مرزا (اٹک) ۳۰ رمارچ کے جلسہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ: میرا ارادہ ہے کہ حضرت مولانا سید لعل شاہ بخاری مدظلہم اور آپ کی

ملاقات ہو جائے۔ اگر آپ دونوں حضرات بیٹھ کر افہام تفہیم سے مسئلہ حل کر لیں تو اہل سنت کے لیے بہت فائدہ ہوگا۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف کی سات سو صفحات سے زائد کتاب: ''استخلاف یزید'' ہے جس میں انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے متعلق مفصل بحث کی ہے اور اس سے بندہ مطمئن نہیں ہے۔ چنانچہ خارجی فتنہ حصہ اوّل میں بھی اس کے متعلق کچھ لکھ دیا ہے۔ اب اتنی ضخیم کتاب کے مباحث کے سلسلہ میں فہم و تفہیم کیسے ہوگی اور کتنا وقت لگے گا۔ شاہ صاحب نے جن علماء کے خلاف کیس دائر کیا ہوا ہے کیا آپ نے فریقین کے مابین فہم و تفہیم کا راستہ کھول لیا ہے۔ آپ مجھ سے یہ بھی فرما سکتے تھے کہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی اور آپ (خادم اہل سنت) کے درمیان فہم و تفہیم کا انتظام کر لیتا ہوں'' شاہ صاحب نے جب بڑوں کو نہیں بخشا تو بندہ تو نہ ایسا علم رکھتا ہے نہ عمل۔ اگر آپ ''استخلاف یزید'' کو اس پہلو سے دیکھتے کہ کیا اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی سنی قاری کے دل میں حضرت امیر معاویہؓ کی عظمت بحیثیت ایک جلیل القدر صحابی کے رہتی ہے یا نہیں تو آپ اس کتاب کی عظمت کے قائل نہ ہوتے۔ آپ نے اس کتاب کی تائید میں مولوی سیاح الدین صاحب کاکاخیلی کی تحریر کا عکس بھی مجھے بھیجا تھا حالانکہ وہ باوجود حضرت مدنی قدس سرہ کے عقیدت مند ہونے کے دعویٰ کے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بھی بڑے معتقد ہیں۔ ان کی تفسیر تفہیم القرآن [1] پر

---

[1] مولوی سیاح الدین صاحب لکھتے ہیں: دراصل حضرت مولانا مودودی صاحب مدظلہ العالی و دامت برکاتہم کے دوسرے تجدیدی کارناموں کی طرح یہ بھی ان کا ایک تجدیدی کارنامہ ہے کہ انہوں نے فروری ۱۹۴۲ء سے اس تفسیر کا آغاز فرمایا جو آج تیس سال کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ پایہ تکمیل کو پہنچی ہے'' (ہفت روزہ آئین لاہور تفہیم القرآن نمبر ص ۱۰۴)۔ (ب) نیز کاکاخیلی صاحب لکھتے ہیں: چونکہ صاحب تفہیم القرآن کی اپنی زندگی قرآنی تعلیمات کی عملی تفسیر ثابت ہوئی ہے اس لیے ان کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی ہے جو ہمیشہ باعمل داعیوں کے کلام میں ہوتی ہے'' (ایضاً ص ۱۰۷) خدا کرے مولوی مہر حسین شاہ صاحب اب بھی کچھ سمجھ جائیں کہ مولانا سیاح الدین نے ''استخلاف یزید'' کی کیوں تائید کی ہے؟

ان کی تقریظ شائع ہو چکی ہے۔ مودودی صاحب نے ''خلافت وملوکیت'' میں جو
کچھ تنقیدی حیثیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے اس سے کچھ
زیادہ ہی شاہ صاحب بخاری نے لکھا ہے اور ساتھ ساتھ حضرت معاویہؓ کے فضائل
بھی تسلیم کیے ہیں۔الخ

اس خط میں بندہ نے فضائل معاویہؓ کے تحت بھی ''استخلاف یزید'' کی عبارتیں پیش
کی تھیں اور ایسی عبارتیں بھی پیش کی تھیں جن میں معائب معاویہ رضی اللہ عنہ مذکور ہیں اور آخر
میں لکھا تھا کہ:

مولوی مہر حسین شاہ صاحب! آپ شیعوں کی خرافات کو روتے ہیں اور یہ نہیں
سوچتے کہ حضرت معاویہؓ کے خلاف یہ مواد شیعوں کو کہاں سے ملتا ہے؟ آپ
حضرت معاویہؓ کے بجائے شاہ صاحب کا دفاع کرتے ہیں یا تو حضرت معاویہؓ
کے متعلق مجتہد اور رفیع الشان صحابیؓ کا اعتقاد نہ رکھنا چاہیے یا ان کی عظمت کے
تحفظ کے لیے اجتہادی خطا سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اول
میں اسی بات کی کوشش کی ہے۔ اگر کہیں کچھ الفاظ موہم نظر آتے ہیں تو وہ مولانا
سندیلوی پر الزاماً ہیں۔ والسلام

کھلی چٹھی کے اعتراضات کا جواب

مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری ص۲ پر لکھتے ہیں:

مولانا قاضی صاحب مدظلہ کا ہدف تنقید تو ناصبی فتنے کے رکن رکین سندیلوی
صاحب ہیں مگر درمیان میں تقریباً ایک درجن صفحات پر رئیس المحققین حضرت
علامہ سیّد لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہم پر بھی تبصرہ فرمایا ہے۔ مولانا قاضی
صاحب نے رد رفض میں خوب کام کیا ہے اور بحمد للہ اب بھی اسی آب وتاب سے
جاری ہے لہٰذا بندہ کو ان سے طبعی لگاؤ ہے خدا کرے ان کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری

رہے۔ آمین ثم آمین......مولانا قاضی صاحب سے اتنی گہری عقیدت ہونے کے باوجود یہ سطور اس لیے زیر قلم لا رہا ہوں کہ کچھ لوگوں کو قاضی صاحب کی تحریر سے مولانا بخاری مدظلہ کے متعلق شکوک پیدا نہ ہو جائیں۔ مولانا قاضی صاحب نے مولانا بخاری صاحب پر تین اعتراض وارد کیے ہیں۔ ذیل میں اکابرین کی تحریروں کی روشنی میں اور مولانا قاضی صاحب مدظلہ کی کتاب ''خارجی فتنہ'' کی روشنی میں علمی حل پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے مولانا قاضی صاحب کی حق پسند طبیعت قبول فرمائے گی۔ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو حق کہنے۔ حق سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

کتاب خارجی فتنہ حصہ اول پر ''مولانا لعل شاہ بخاری'' کا عنوان قائم کر کے ارقام فرماتے ہیں:

''استخلاف یزید'' سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری صاحب موصوف کا مطالعہ وسیع ہے۔ متعدد کتابوں کے انبار لگا دیئے ہیں لیکن وہ بھی راہِ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ وہ حُسن ظن نہیں رہتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مثلاً ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں:

اعتراض ①

''جمہور اہل سنت کا دوسرا قول'' کے عنوان کے تحت (مولانا بخاری) لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ باطل پر تھے یہ خطا ان کی عنادی تھی اور دورِ خلافتِ علیؓ میں وہ مَلکِ جائر تھے'' (استخلاف یزید ص ۱۸۰)

اس کے بعد مولوی مہر حسین شاہ صاحب جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

پہلی عرض یہ ہے کہ یہ قول خود مولانا بخاری کا نہیں ہے بلکہ جمہور اہل سنت کا قول ہے اس پر مولانا بخاری مدظلہم نے مستند کتب اہل سنت سے کم از کم بیس حوالے رقم کیے ہیں۔

اور پھر شاہ صاحب موصوف لکھتے ہیں:

محترم قاضی صاحب اگر ساری دنیا انکار کر دے مگر آپ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ نے خود اپنی کتاب ''خارجی فتنہ'' کے صفحات نمبر ۱۰۱، ۴۶۸، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۶ پر حضرت معاویہؓ کو امام وقت سے بغاوت کرنے والا لکھا ہے۔ اور یہی بات ص ۴۸۴ پر آپ نے مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کے حوالہ سے لکھی ہے علاوہ ازیں آپ نے درج ذیل صفحات میں حضرت معاویہؓ پر باغی کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں صفحات نمبر ۱۹۶، ۳۴۵، ۳۵۴، ۳۷۹، ۴۱۸، ۴۷۸، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۶، ۵۰۲، ۵۱۳، ۵۹۵ اور ص ۶۰۳ (ص ۶)

الجواب: ''میں نے اپنی کتاب ''خارجی فتنہ حصہ اول'' میں مشاجرات صحابہ (جنگ جمل وصفین) کے مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے اور اس میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے اس موقف کی تردید کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا بھی نہیں ہوئی بلکہ ان کی رائے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے اصح مانتے ہیں اور ان کے موقف کو بہ نسبت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اقرب الی الحق مانتے ہیں۔ اس کے جواب میں بندہ نے اکابر علمائے اہل سنت کی وہ عبارتیں پیش کی ہیں جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ ان عبارتوں کے ذریعہ بندہ نے مولانا سندیلوی کو متنبہ کیا ہے کہ آپ تو حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا بھی نہیں مانتے جو گناہ بھی نہیں اور اس میں بھی حسبِ حدیث ایک اجر ملتا ہے حالانکہ بعض اکابر نے حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں باغی اور جائر وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں۔

اسی بنا پر میں نے اپنے مکتوب [1] (محررہ ۱۶/ مارچ ۱۹۸۳ء) کے آخر میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب کو لکھ دیا تھا کہ:

اگر کہیں کچھ الفاظ موہم ہیں تو وہ مولانا سندیلوی پر الزاماً ہیں۔''

---

[1] اس مکتوب کی عبارت گزشتہ سطور میں درج کی جا چکی ہے پھر دیکھ لیں۔

② شاہ صاحب موصوف نے خارجی فتنہ حصہ اول کے ان صفحات کی نشاندہی کی ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بغاوت، جور، نافرمانی اور گناہ باطل وغیرہ کی نسبت کی گئی ہے۔ لیکن شاہ صاحب نے اس بات کو نظرانداز کر دیا ہے کہ میں نے ان کی مراد بھی واضح کر دی تھی۔ چنانچہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے ص ۶ پر ص نمبر ۱۰۱ کا حوالہ پہلے درج کیا ہے۔ جس میں بندہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب ازالۃ الخفاء جلد دوم فصل ہفتم ص ۳۷۱ و ص ۳۷۲ کا حوالہ پیش کیا ہے جس میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی نقل فرمائی ہے اور اس کا مصداق حضرت معاویہؓ کی خلافت کو قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ خلافت امام وقت سے بغاوت کے بعد منعقد ہوگی الخ اس کے بعد میں نے محمود احمد عباسی پر اتمام حجت کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:

مندرجہ عبارت میں حضرت محدث دہلویؒ نے جو بغاوت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے مراد صورتاً بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے البتہ آپ سے اس اجتہاد میں خطا ہوگئی۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

معاویہ مجتہد مخطی معذور بود (ازالۃ الخفاء فارسی جلد دوم ص ۲۸۰) یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور اس خطا میں معذور تھے الخ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۱۰۱)۔

③ شاہ صاحب نے ص ۴ پر میری یہ عبارت پیش کی ہے:

صاحب ہدایہ امام علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: پھر سلطان جائر سے عہدہ قبول کر لینا جائز ہے جیسا کہ سلطان عادل سے قبول کرنا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عہدہ قبول کیا تھا حالانکہ اپنی خلافت کے دور میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔'' صاحب ہدایہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق و صواب پر ماننے کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سلطان جائر قرار دیا ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۹۹)

اس عبارت کے پیشِ نظر شاہ صاحب نے مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے بھی یہی عبارت ہدایہ کی پیش کی ہے جو تم نے مولانا سندیلوی کے خلاف پیش کی ہے لیکن باوجود اس کے تم نے اس عبارت کی بنا پر بخاری صاحب پر اعتراض کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے صاحبِ ہدایہ کی عبارت پیش کرنے کے بعد اس کی توجیہہ بھی عرض کر دی تھی اور یہ لکھا کہ:

مولانا سندیلوی تو بہت آگے جا چکے ہیں ورنہ جہاں کہیں محققین اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی یا جائر لکھا ہے تو اس سے مراد صورتاً جور و بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً کیونکہ انہوں نے مشاجرات میں جو کچھ کیا ہے بغرض دین کیا ہے۔ البتہ ان سے اپنے اجتہاد میں خطا ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ارشاد فرماتے ہیں:

وآنچہ در عبارت بعضے از فقہاء لفظ جور در حق معاویہ رضی اللہ عنہ واقع شدہ است وگفت **کان معاویۃ اماماً جائراً** مراد از جور عدم حقیقتِ خلافت او در زمان خلافت حضرت امیر رضی اللہ عنہ خواہد بود نہ جوریکہ مآلش فسق وضلالت است تا بہ اقوال اہل سنت موافق باشد مع ذلک ارباب استقامت از الفاظ موہمہ خلاف مقصود اجتناب می نمائندہ وزیادہ بر خطا تجویز نمی کنند۔ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۵۱)

(ترجمہ) اور بعض فقہاء کی عبارتوں میں حضرت معاویہؓ کے حق میں لفظ جور واقع ہوا ہے تو وہاں جور سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں حق پر نہ تھے نہ کہ وہ جور جس کا نتیجہ فسق وضلالت ہے اور اصحابِ استقامت اس قسم کے الفاظ کے استعمال سے بھی اجتناب کرتے ہیں جن سے اصل مقصود کے خلاف وہم پیدا ہوتا ہے۔ وہ خطاء سے زیادہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کوئی لفظ تجویز نہیں کرتے۔

علاوہ ازیں عنایہ شرح ہدایہ میں بھی ہدایہ کی مذکورہ زیر بحث عبارت کی یہی مراد

بیان کی گئی ہے اور یہی جمہور اہل سنت کا مسلک ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ گو حق کے مقابلے میں باطل ہوتا ہے لیکن حضرت معاویہؓ کے لیے باطل کا لفظ نہیں استعمال کیا جاتا کیونکہ آپ کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو قول اجتہاد پر مبنی ہو اسے باطل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ مودودی صاحب کی زیادتی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تنقیص و تفریط کا رستہ اختیار کیا ہے اور سندیلوی صاحب ان کے حق میں افراط و غلو کی طرف چلے گئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں علمی خیانتوں کے ارتکاب سے بھی باز نہیں آتے لیکن اہل حق کا مسلک افراط و تفریط کے درمیان بالکل اعتدال پر مبنی ہے۔'' (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۲۴)

مولوی مہر حسین شاہ صاحب! آپ پر لازم تھا کہ جور اور بغاوت وغیرہ الفاظ پر مشتمل عبارتوں کا حوالہ دینے کے ساتھ میری پیش کردہ توجیہات بھی پیش کر دیتے تاکہ ناظرین حقیقتِ حال سے واقف ہو جاتے۔ کیا امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کی توجیہہ آپ کے لیے حجت نہیں ہے۔ کیا آپ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی عظمت کا تحفظ نہیں چاہتے؟ اور مذکورہ پیش کردہ توجیہ کے بعد امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی اس عبارت میں بھی کوئی اشکال باقی نہیں رہتا جو میں نے خارجی فتنہ ص ۴۸۴ پر درج کی ہے کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابتداءً تو باغی تھے مگر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صلح و بیعت کے بعد بلا شبہ وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔

اور مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا یہ اعتراض کالعدم ہو جاتا ہے کہ:

''میں مولانا قاضی صاحب کی خدمت عالیہ میں عرض کروں گا کہ ناپ تول کے دو دو پیمانے نہیں ہونے چاہییں۔ ایک مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے لیے اور دوسرا مولانا لعل شاہ بخاری کے لیے'' (کھلی چٹھی ص ۵)

پیمانہ تو ایک ہی ہے لیکن آپ کو دو نظر آئیں تو قصور کس کا ہے؟ کیا امام اہل سنت

مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا کو عنادی کہا ہے؟ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ مولانا بخاری نے تو جمہور اہل سنت کا یہ قول پیش کیا ہے'' مگر بخاری صاحب نے اس کی تائید کی ہے نہ کہ تغلیط اور یہ بھی غلط ہے کہ جمہور اہل سنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نسباً عنادی کہتے ہیں۔ اگر عنادی ہونے کا قول جمہور اہل سنت کی طرف منسوب ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں کہ یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے؟۔

مولانا بخاری اور خادم اہل سنت کے مسلک کا فرق

مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

جمہور اہل سنت کا پہلا قول کہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ الحق المصیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ المخطی المعذور تھے) راجح سمجھا جائے مگر قوت دلائل کے لحاظ سے دوسرا قول بظاہر راجح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے'' کیونکہ سبھی صحابہ اپنے اپنے زعم میں حق کوش تھے اور فریق ثانی کو باطل پر سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت لاتقوم الساعة حتیٰ تقتتل فئتان دعواهما واحد (ص۵۰۹ ج۱) کے حاشیہ میں حضرت مولانا احمد علی المحدث سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں ای تدعی كل واحدة انها على الحق وخصمهما مُبطل. یعنی ہر گروہ مدعی ہوگا کہ میں حق پر ہوں اور میرا مقابل باطل پر ہے۔'' اور جمہور اہل سنت کے نظریہ کے مطابق جب طے ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ الحق المصیب ہیں تو یہ امر مستلزم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بالمقابل محارب گروہ باطل پر ہو کیونکہ حق کے بالمقابل باطل کا کلمہ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ويحق الله الحق ويبطل الباطل الأية سے ظاہر ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

وحديث الباب الثابت الصحيح ان عماراً تقتله الفئة الباغية قددل اكمل وجه دلالة على من بيده الحق ومن هومقابله انك حق وهم الباطل (السراج الوهاج ص۷۱۷)۔ (استخلاف یزید ص۱۸۹)

تبصرہ

اہل سنت کے مذکورہ دوقولوں میں سے مولانا لعل شاہ موصوف اس قول کو دلائل کے لحاظ سے راجح قرار دیتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے۔'' اور پھر حق و باطل کے سلسلہ میں قرآن مجید کی وہ آیت پیش کرتے ہیں جس کا تعلق غزوہ بدر سے ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر اور کفار قریش (ابوجہل کی پارٹی) کو باطل پر قرار دیا ہے اور بخاری صاحب کو اتنا بھی احساس نہیں ہوا کہ یہاں کفار کو اہل باطل قرار دیا گیا ہے اور باطل سے مراد کفر ہے حالانکہ جن عبارات میں بعض علماء نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر قرار دیا ہے اس سے مراد کفر نہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والا گروہ بھی مومن ہے نہ کہ کافر اور خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو مومنین قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ (سورۃ الحجرات رکوع اوّل)

اور اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرا دو۔ پھر اگر چڑھا چلا جائے ایک ان میں سے دوسرے پر تو تم سب لڑو اس چڑھائی والے سے یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر۔ پھر اگر پھر آیا تو ملاپ کرا دو ان میں برابر اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا

جائے۔الخ......

حضرت علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ ان کے اس مرکزی منصب خلافت راشدہ کو تسلیم کرنے کے بعد آپ سے جنگ کرنے والوں کو باغی ہی قرار دیا جائے گا لیکن یہاں فریق ثانی میں چونکہ جلیل القدر صحابہ کرام ہیں جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں اس لیے شرف صحابیت کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ذاتی اور عنادی مخالفت نہ تھی۔ انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا۔ لیکن اس میں ان سے اجتہادی خطا ہوگئی اس لیے ان کو حقیقتاً باغی نہیں کہہ سکتے اور حضرت علی المرتضیٰ بھی ان کو حقیقتاً باغی نہیں قرار دیتے تھے۔ اس لیے منازعت کو ختم کرنے کے لیے ثالثی قبول کی ورنہ اگر آپ ان حضرات کو حقیقتاً باغی اور اہل باطل سمجھتے تو حسبِ ارشاد ربانی آپ پر لازم تھا کہ جب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت آپ کی اطاعت نہ کرتی آپ جنگ کرتے رہتے۔ اسی بنا پر میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں کئی مقامات پر اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت صورتاً تھی نہ کہ حقیقتاً اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انعقاد خلافت کے مختلف طریقوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے خلیفہ سے بغاوت کی دو صورتوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دوسری صورت کی تجویز کے تحت لکھتے ہیں کہ:

> اگر تاویل قطعی البطلان نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تو وہ گروہ باغی تو ضرور ہوگا مگر قرن اوّل میں ایسے گروہ کا حکم وہی ہے جو مجتہد مخطی کا ہوتا ہے کہ اگر وہ گروہ خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ لیکن جبکہ (خلیفہ وقت سے) بغاوت کرنے کی ممانعت کی مشہور حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ میں وارد ہو چکی ہیں اور امت کا اجماع بھی اس پر منعقد ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب اگر کوئی بغاوت کرے تو آج ہم اس باغی کے عاصی ہونے کا حکم دیتے ہیں۔

(ازالۃ الخفاء جلد اوّل ترجمہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ)

② بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۵۶ پر بعنوان ''حکمین خطاء کریں گے''۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارت پیش کی ہے جس میں آپ نے حدیث نبوی سے یہ ثابت کیا ہے کہ حکمین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ کرنے میں خطا کریں گے۔ حدیث کے الفاظ تو حکمین کے متعلق یہ ہیں کہ: ''ضلا وضل من اتبعھما'' لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی یہاں لفظ ضلالت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مراد از ضلالت آنست کہ خطا کردہ اند در اجتہاد خود'' لفظ ضلال سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں ثالثوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے۔''

چونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بالیقین قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد ہیں۔ اس لیے ان کو معزول کرنا بظاہر قرآن کی مخالفت ہے۔ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حکمین کی خطائے اجتہادی بھی نہیں مانتے اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا وہ جائز قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے کہ:

سندیلوی صاحب کا زیر بحث مسئلہ میں یہ کہنا کہ: نصب وعزل امام کا مسئلہ اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے الخ (اظہار حقیقت ص ۳۸۱) بالکل غلط ہے کیونکہ حسبِ وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد ان کو معزول کرنا اختلافی اور اجتہادی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ (ص ۴۵۸)

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا خلافِ قرآن اس لیے میں نے لکھا ہے کہ سندیلوی صاحب مثل خلفائے ثلاثہ کے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بھی آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہونا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب ان کے لیے یہ نظریہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ نص کے بعد اجتہاد کی

گنجائش نہیں رہتی۔ البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں یا حکمین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یا دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے لیے یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔ کیونکہ اس وقت یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ آیتِ استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق حضرت علی المرتضیٰ ہیں رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۲۲ پر بھی لکھ دیا ہے کہ:

یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں اس قسم کے اختلاف کا حق رکھتے تھے لیکن یہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت تو قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی قرآن کے خلیفہ راشد ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے میں نے لکھ دیا تھا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے لیکن دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں۔ کیونکہ آیت و حدیث میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے نام نہیں تھے۔ اس وقت صحابہ کرام نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کرلیا اور وہ اس میں معذور تھے۔ بحیثیت شرفِ صحابیت کے ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلوص میں شبہ نہیں کرسکتے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطاء کا صدور ہوگیا تھا اور اس میں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اجتہادی خطا پر بھی از روئے حدیث بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو کارِ ثواب پر ملامت کیونکر کی جاسکتی ہے۔ الخ

(خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۳۴)

فرمائیے! اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت یقین ہوجاتا تو کیا پھر بھی وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے معزول ہونے کا مطالبہ کرسکتے تھے۔ ہرگز نہیں وہ معذور تھے۔ لیکن اب جب ہمیں یہ یقین حاصل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا ہمارے لیے عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی بنا پر امامِ غزالیؒ خلفائے اربعہ کو بالترتیب امام حق

ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ احیاء العلوم جلد اوّل کی عبارت کتاب ہذا ص ۳۲۱ پر پیش کی جا چکی ہے) تو اب زیر بحث مسئلہ میں اہل السنّت والجماعت کا یہی موقف صحیح قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلیفہ راشد وموعود کے ساتھ جنگ و قتال کرنے میں خطا ہو گئی تھی۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ تنقیص ہے اور نہ بے ادبی الخ میں نے جہاں کہیں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے محققین اہل سنت کی ایسی عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن میں جور، باطل اور بغاوت وغیرہ کے الفاظ ہیں تو وہاں میں نے یہ توجیہہ بھی پیش کر دی ہے کہ یہ صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً کیونکہ آپ مجتہد تھے اور آپ سے خطائے اجتہادی کا صدور ہوا ہے۔ حضرات حکمین کے لیے بھی بندہ نے جو یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:

> یہ دونوں فیصلے آیت استخلاف کے خلاف ہیں بلکہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے۔ (ص ۴۵۵)

اور ص ۴۵۸ پر لکھا ہے:

> یہ دونوں فیصلے آیت استخلاف کے خلاف ہیں بلکہ ان کو معزول کرنا حکمِ خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ (ص ۴۵۸)

تو یہاں نافرمانی، گناہ وغیرہ سے مراد صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر میں نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور اجتہادی اختلاف حق و باطل پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ حق کے دائرہ میں ہی صواب و خطا پر مبنی ہوتا ہے۔

مولوی مہر حسین شاہ صاحب کی تنقید تو اس قسم کی ہے کہ قرآن کے الفاظ لاتقربوا الصلوٰۃ کو تو یاد رکھا جائے اور وانتم سُکریٰ سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف اجتہادی تھا نہ کہ عنادی

اہل السنّت والجماعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اختلاف کو اجتہادی کہتے ہیں۔ آپ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی ذاتی عناد نہ تھا اور نہ محض اپنے ذاتی وقار کے لیے انہوں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منازعت کی تھی۔ لیکن مولانا لعل شاہ صاحب آپ کے اختلاف کو عناد و عداوت پر محمول کرتے ہیں۔ چنانچہ ''جمہور اہل السنّت کا دوسرا قول'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے یعنی خطا ان کی عنادی تھی اور دورِ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں وہ مَلکِ جائر تھے۔

اور جو عبارات بخاری صاحب موصوف نے اس قول کی تائید میں لکھی ہیں جن میں جور و باطل وغیرہ الفاظ ہیں تو اس کے متعلق پہلے عرض کر دیا گیا ہے، کہ اس سے حقیقتاً جور و باطل مراد نہیں ہے۔ اسی طرح فسق بھی صورتاً مراد ہے نہ کہ حقیقتاً۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن میں تصریح ہے:

وَعَصیٰ اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۱، رکوع ۷)۔

اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔

آیت میں حضرت آدم کی طرف عصیان (نافرمانی اور غوایت (گمراہی) کی نسبت کی گئی ہے۔ لیکن مراد اس سے صورتاً نافرمانی اور گمراہی ہے نہ کہ حقیقتاً۔ اس کی بحث بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۰۱ میں بھی لکھی ہے اور علمی محاسبہ میں مسئلہ عصمت انبیاء پر مفصل بحث مذکور ہے وہاں مطالعہ کر لیں۔

خطائے عنادی کو اجتہادی نہیں کہہ سکتے

مولانا لعل شاہ صاحب نے اہل سنت کے دوسرے قول (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا عنادی تھی) کی تاویل کرتے ہوئے جو یہ لکھا ہے کہ:

اس مقاتلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے محاربین فی الحقیقت باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو پا نہ سکے۔ (استخلاف یزید ص ۱۸۹)

یہ علم وفہم کے معیار پر بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے دوسرے قول کے تحت ان کی خطا کو عنادی قرار دے دیا تو حق کا قصد ہی کہاں رہا۔ حق کو پالینے کا قصد تو خلوص پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ عناد اور ہوائے نفس پر۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرلیں۔ اگر یہ کہیں کہ انہوں نے حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا لیکن حق کو پا نہ سکے یعنی خطا ہوگئی تو پھر خطائے عنادی کے قول کو رد کردیں۔ اور اگر عنادی خطا کے قول کو اہل سنت کا قول تسلیم کرنا ہے تو پھر یہ نہ کہیں کہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا کیونکہ حق کا قصد کرنے کے باوجود خطا ہوجائے تو اس کو عنادی خطا نہیں کہہ سکتے۔ کیا عناد اور قصد حق دونوں جمع ہو سکتے ہیں؟ اگر بخاری صاحب ایچ پیچ کی بھول بھلیوں سے اجتناب کر کے جمہور اہل سنت کا قول تسلیم کر لیتے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس اجتہاد میں خطا ہوگئی تھی اور آپ حقیقتاً باطل پر نہ تھے تو اتنی دوراز کار نا قابل تسلیم تاویل کی ضرورت نہ پڑتی۔

کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب عبرت حاصل کریں گے؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ارشاد

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

محاربات کہ درمیان ایشاں واقع شدہ برمحامل نیک صرف باید کرد واز ہوا وتعصب دور باید دانست زیرا کہ آں مخالفات مبنی براجتہاد وتاویل بودہ نہ برہوا وہوس چنانچہ جمہور اہل سنت برانند الخ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۴۹) ''صحابہ کرام کے درمیان جو جنگیں واقع ہوئی ہیں ان کو نیک نیتی پر محمول کرنا اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دور رکھنا چاہیے اس لیے کہ وہ مخالفتیں اجتہاد اور (شرعی) تاویل پر

مبنی تھیں نہ کہ خواہش وہوس نفسانی پر۔

اسی مقام پر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے اس کے بعد شارح مواقف کی عبارت پر سخت گرفت کی ہے۔

(ب) نیز حضرت مجدد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اختلافے کہ درمیان اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود چہ نفوس شریفہ ایشاں تزکیہ یافت بودند واز امارگی باطمینان رسیدہ۔ ہوائے ایشاں تابع شریعت شدہ بود بلکہ آں اختلاف مبنی براجتہاد بود و اعلائے حق۔ پس مخطئ ایشاں نیز درجہ واحدہ دارد و مصیب راخود دو درجہ است۔ پس زبان راز جفائے ایشاں باز باید داشت و ہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد (مکتوبات جلد اوّل مکتوب نمبر ۸۰) ''اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وسلم کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ خواہش نفسانی کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ ان کے شریف نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور وہ امارہ سے مطمئنہ ہو گئے تھے۔ ان کی خواہش شریعت کے تابع ہو چکی تھی بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور اعلائے حق پر مبنی تھا۔ ان میں سے جس سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے وہ بھی ایک درجہ ثواب رکھتا ہے اور جس کا اجتہاد صحیح ہوگا اس کے لیے دو درجہ ثواب ہے پس ان کی جفا سے زبان کو روکنا چاہیے اور سب کا ذکر نیکی سے کرنا چاہیے۔

مشاجرات صحابہ رض رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کے خلاف نہیں (حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ نے مشاجراتِ صحابہ کو آیت رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (صحابہ آپس میں مہربان ہیں) کے خلاف سمجھتے ہوئے اپنا یہ خیال پیش کیا تھا کہ جنگ جمل وصفین واقع نہیں ہوئیں، تو اس کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا تھا کہ:

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اس قسم کے جنگ کے خلاف نہیں ہے۔ کیا شفقت اور رحمت باعث جنگ نہیں ہوسکتی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام میں کس قدر اختلاف ہوا۔ کیا وہ دشمنی سے تھا۔ باپ بیٹوں میں زدوکوب کے واقعات کیا محبت اور رحمت سے نہیں ہوتے۔ کیا رحمۃ للعالمین کے جہادات کو رحمت سے علاقہ نہ تھا۔ کیا جراح اور ڈاکٹر کا نشتر لگانا اور مریض کو تکلیف دینا مظاہر رحمت سے نہیں۔ اجتہادی غلطی میں اگر غور فرمائیں تو عموماً مظاہر رحمت ہی محسوس ہوگا۔ واللہ اعلم...... بہر حال سمجھ میں نہیں آتا کہ متواترات کا انکار کس طرح مفید ہوسکتا ہے۔

۲۲ رمحرم ۱۳۶۴ھ دیوبند (مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۳۲۶ مکتوب نمبر ۱۳۲)۔

فتاویٰ عزیزی کی عبارت

مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ اہل سنت کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور حق میں معاویہؓ کے جنہوں نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی علمائے اہل سنت کو اختلاف ہے۔ علماء ماوراالنہر اور اکثر مفسرین اور فقہاء اس کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں اور اہل حدیث نے روایات صحیحہ سے دریافت کیا ہے کہ یہ حرکت خواہش نفسانی کی وجہ سے تھی پس انتہا یہ ہے کہ باغی اور گناہ کے مرتکب ہوئے۔ والفاسق لیس باھل اللعن ''یعنی فاسق سزاوار لعنت کا نہیں۔ الخ

(فتاویٰ عزیزی مترجم اردو ص ۲۲۵)۔ (استخلاف یزید ص ۱۸۷)

اور مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے یہی عبارت اپنی کھلی چٹھی ص ۶ پر نقل کی ہے

الجواب: ① حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ارشاد پہلے نقل کیا گیا ہے کہ:

''اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ خواہش نفسانی کی

وجہ سے نہ تھا کیونکہ ان کے شریف نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور وہ امارہ سے مطمئنہ ہو گئے تھے۔'' الخ

اور آیت ویزکیھم کا بھی یہی تقاضا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا تزکیہ کرتے ہیں۔

(ب) اجتہادی خطاء میں نفسانیت کا دخل نہیں ہوتا ورنہ اس پر ایک اجر کیونکر مل سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے قائل ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی آپ کے کامل جانشین ہیں۔ آپ کی تحقیق ان کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب ''ازالۃ الخفاء'' کی بڑی تحسین و تائید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اور جس کسی کو یہ منظور ہو کہ ان استدلالوں کی تفصیل دیکھوں اور اس بحث کی تکمیل کروں اور ان کے جواب اور استدلالات کہ بہت سی آیتوں کے ساتھ اس مطلب میں واقع ہیں دیکھوں تو کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء کو دیکھے کہ اس مقدمے میں کلام حد کو پہنچا دیا ہے اور کتاب اللہ کے معانی کے پردہ نشینوں کو خلعت ظہور کا پہنا دیا ہے کہ اس کے مصنف کی خوبی واسطے اللہ کے ہے۔ (تحفہ اثناعشریہ مترجم ص ۳۶۷)

(ج) حضرت شاہ عبدالعزیز نقشبندی مجددی سلسلہ کے شیخ طریقت اور شیخ المشائخ ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی کا قول تو جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث مسلک اہل سنت کے ترجمان اور محافظ ہیں۔ اگر روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہوتی تو پھر اکثر مفسرین اور فقہاء اس کے خلاف کیوں مسلک اختیار کرتے؟

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

سورۃ فتح کی آیت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ”محمد“ رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔ تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں۔ ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اور گو یہ آیات اصحاب بیعتِ رضوان کے حق میں نازل ہوئی ہیں جن کی تعداد چودہ یا پندرہ سو تھی۔ جو عمرہ کے لیے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے تھے۔ لیکن والذین معہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ جو دوسرے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و صحبت سے مشرف ہوئے ہیں ان کو بھی درجہ بدرجہ یہ صفات نصیب ہوئی تھیں اور وہ سب اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے طلب گار تھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ اسی آیتِ معیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

> خیال فرمایئے کہ یہ منقبتیں اللہ تعالیٰ نے بلفظ والذین معہ ذکر فرمائی ہیں کہ جو حسبِ قاعدہ اصولیہ استغراق پر دلالت کرتا ہے اور حسبِ قاعدہ معانیہ تمام ساتھیوں کو شامل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام ساتھی جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صفات کے جامع ہیں اور یہی مفہوم تمام اہل السنّت والجماعت سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ اور توثیق فرما رہے ہیں۔ کسی پر جرح اور تنقید کرنا جائز نہیں سمجھتے اور اس کے لیے ان کی مقدس زندگی اور اللہ تعالیٰ کی انتہائی ثنا اور صفت کو شاہد عدل قرار دیتے ہیں۔

(مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۷۶ ناشر مکتبہ عثمانیہ ہرنولی۔ میانوالی)

جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس اختلاف کا نفسانیت پر مبنی ہونا کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔

لہٰذا فتاوٰی عزیزی کی مذکورہ زیر بحث عبارت الحاقی سمجھی جائے گی۔

فتاوٰی عزیزی کی الحاقیات

اس سوال کے جواب میں کہ ''میلاد کی اور عشرہ محرم کی مجالس منعقد کرنا کیسا ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

سال میں دو مجلیس فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں۔ مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور یہ مجلس بروز عاشورہ یا اس سے ایک دو دن قبل ہوتی ہے۔ چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور اس ضمن میں بعض مرثیہ جو جن و پری سے حضرت ام سلمہؓ و دیگر صحابی نے سُنا ہے وہ بھی ذکر کیا جاتا ہے اور وہ خوابہائے وحشتناک ذکر کیے جاتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے نہایت رنج و الم ہوا۔ پھر ختم قرآن مجید کیا جاتا ہے اور پنج آیات پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود رہتی ہے اس پر فاتحہ کہا جاتا ہے اور اس اثنا میں اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا شرعی طور پر مرثیہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حضار مجلس اور اس فقیر کو بھی حالتِ رقت اور گریہ کی لاحق ہو جاتی ہے اس قدر عمل میں آتا ہے اگر یہ سب فقیر کے نزدیک اس طریقہ سے جس کا ذکر کیا گیا ہے جائز نہ ہوتا تو ہرگز فقیر ان چیزوں پر اقدام نہ کرتا۔ الخ ۱۲۳۸ھ)

مجلس ذکر وفات نبوی اور مجلس ذکر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی جو کیفیت یہاں مذکور ہے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث جیسے محقق اور متبع سنت بزرگ کے متعلق یہ بات قابل تسلیم نہیں ہوسکتی۔ اور پھر پانچ آیات پڑھ کر کھانے کی چیز پر فاتحہ پڑھنا یہ صرف عوام الناس کے ہاں مروجہ رسوم میں سے ہے۔ جس کا صحابہ کرام کے زمانے میں ثبوت نہیں ملتا۔

(ب) ذکر شہادت حسینؓ کے لیے ہر سال مجلس منعقد کرنا بھی صحیح نہیں۔ اور مروجہ ماتم

کی ابتداء اس قسم کی سالانہ مجالس ہی ہیں جن کا دور رسالت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدثؒ نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی تردید فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اکثر شیعہ ان خیالات کے عادتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں: مثلاً ہر سال دسویں محرم ہوتی ہے۔ ہر سال اس کو روز شہادت حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کا گمان کرتے ہیں اور احکام ماتم اور نوحہ وشیوں اور گریہ وزاری اور فغان و بیقراری شروع کرتے ہیں عورتوں کی طرح ہر سال اپنی میت پر یہ عمل کرتے ہیں حالانکہ عقل صریح جانتی ہے کہ زمانہ ہر سال کا غیر قار ہے یعنی قرار نہ پکڑنے والا کوئی جزء اس کا ثابت و قائم نہیں رہتا اور اس زمانے کا لوٹانا بھی محال اور شہادت حضرت امام کی جس دن ہوئی اُس دن سے اس دن کا فاصلہ گیارہ سو پچاس برس کا ہوا۔ اور پھر یہ اور وہ دن کیسے برابر ہوگیا اور کونسی مناسبت ہوگئی۔ عید الفطر اور عید قربان کو اس پر قیاس کرنا چاہیے نہیں کہ اس میں خوشی اور شادی سال در سال نئی ہے یعنی روزے رمضان کے ادا کرنا اور حج خانہ کعبہ کا بجالانا الخ...... (تحفہ مترجم اردو ص ۲۲۶ ج ۲)

اس سے ثابت ہوا کہ فتاویٰ عزیزی کی مندرجہ عبارت الحاقی ہے جو حضرت شاہ صاحب محدث کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

③ فتاویٰ عزیزی مترجم ص ۳۵۶ میں لکھتے ہیں:

لیکن شیعہ کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا بحالت ضرورت اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ ارکان نماز اور واجبات وضوء میں ہمارے موافق پاؤں دھوئے الخ

لیکن اسی فتاویٰ عزیزی ص ۳۷۷ پر یہ سوال وجواب لکھا ہے:

(سوال): بلاشبہ فرقہ امامیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے جس نے

انکار کیا وہ اجماع قطعی کا منکر ہوا اور وہ کافر ہو گیا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنهما العیاذ باللہ فهو کافر وان کان یفضلُ علیّا کرم اللہ وجهه علی ابی بکر رضی اللہ عنه لایکون کافراً لکنه مبتدع ولوقذف عائشة رضی اللہ عنها بالذنا فقد کفر یعنی رافضی جو برا کہتا ہو حضرات شیخین کو اور ان حضرات پر لعنت بھیجتا ہو نعوذ باللہ من ذالک وہ کافر ہے اور اگر برا نہ کہتا ہو مگر اس امر کا قائل ہو کہ حضرت ابوبکر پر حضرت علی کو فضیلت ہے تو وہ کافر نہیں البتہ بدعتی ہے۔ اور اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قذف (تہمت) کا مرتکب ہو تو وہ بھی کافر ہے الخ۔

عالمگیری کی عبارتیں درج کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

جب روایاتِ فقہ سے روافض کا کفر ثابت ہے تو ان کی ملاقات کے بارے میں وہی حکم ہے۔ الخ

علاوہ ازیں ۳۵۲/۳۵۱ پر بحوالہ خلاصہ بحر رائق، شرح مواہب الرحمٰن، محیط وغیرہ فتاویٰ تصریح کی ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا منکر کافر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

بلکہ شرح مواہب الرحمٰن میں تو یہ لکھا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین تینوں کی خلافت کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

تو پھر شیعہ کے پیچھے مشروط طور پر نماز پڑھنے کے جواز کا فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث رحمہ اللہ کیونکر دے سکتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مشروط طور پر شیعہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے جواز کی عبارت الحاقی ہے۔

کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف مبنی بر نفسانیت تھا؟

سورۃ تحریم کی آیات کے تحت افشائے راز کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ نے اگرچہ افشائے راز نہ کیا لیکن تحریم قبطیہؓ کا حال سن کر خوش اور مسرور ہوئیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو افشائے راز سے منع نہ فرمایا۔ بلکہ بشاشی اور خوشی کے طور پر ان کے ساتھ پیش آئیں اور یہ سب ترکِ اولیٰ ہیں اور شائبہ نفسانیت سے خالی نہیں اور آپ کی صرف خوشی بھی اس بارہ میں سے ہے کہ: **حسنات الابرار سیئات المقربین** یعنی نیک لوگوں کی جو نیکی ہوتی ہے وہ کسی وجہ سے برائی شمار کی جاتی ہے اس واسطے ضرور ہوا کہ حضرت عائشہ بھی توبہ استغفار کریں۔ الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۳)

اور فتاویٰ عزیزی جلد اول فارسی کے الفاظ یہ ہیں:

''وایں ہمہ ترکِ اولیٰ وشوبِ نفسانیت است۔'' (ص ۱۰۶)۔

فرمایئے! کیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خوشی نفسانیت پر مبنی تھی اگر اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے تو وہی تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کی جائے گی۔ اگر تاویل کی گنجائش نہیں تو دونوں عبارتیں الحاقی سمجھی جائیں گی۔ علاوہ ازیں فتاوی عزیزی میں اور بھی ایسی عبارتیں ہیں جن پر الحاقی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن بخوف طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

فتاویٰ عزیزی میں الحاق (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

اوّل تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاویٰ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ہے بھی؟ مجھ کو تو قوی شک ہے۔ الخ (امداد الفتاویٰ جلد پنجم ص ۳۰۶)

مولانا نجم الدین اصلاحیؒ

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مرتب حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ مروجہ عید میلاد کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

متاخرین علمائے ہند میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی ایک تحقیق کا دربارۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم یہاں ذکر کردینا اس وجہ سے ضروری خیال کرتے ہیں کہ بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کے اندر تحریف کردی ہے۔ حتیٰ کہ بعض نے آپ کو مجوزین مروجہ میلاد النبی میں شمار کیا ہے۔ شاہ صاحب کی معرکۃ الآراء تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کی نوع پانزدہم میں ایک نفیس بحث موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جب غیر قار ہے یعنی تیزی سے گزرنے والا جس کو قرار و ثبات نہیں تو پھر شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں اور آج کے دن میں کس قدر فاصلہ ہے اور آج کے دن میں اُس دن سے کیا مناسبت و اتحاد ہے الخ (حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم ص ۱۸۵)۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم کراچی رحمۃ اللہ علیہ الصحابۃ کلھم عدول کی بحث میں فتاویٰ عزیزی کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں (جو استخلاف یزید ص ۴۶ پر مولانا لعل شاہ صاحب نے بھی نقل کی ہے) کہ:

اسی طرح کا ایک مضمون حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی طرف ان کے فتاویٰ کے حوالہ سے منسوب کیا گیا ہے یہ مضمون کی وجہ سے ایسا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی جیسے جامع علوم بزرگ کی طرف اس کی نسبت کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ اور فتاویٰ عزیزی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو رہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو

معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود اس کو جمع فرمایا ہے نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے۔ وفات کے معلوم نہیں کتنا عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو ان کے خطوط و فتاویٰ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کر کے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں کہ کسی نے کوئی تدلیس (یعنی مکر و سازش) اس میں کی ہو اور غلط بات ان کی طرف منسوب کرنے کے لیے فتاویٰ کے مجموعہ میں شامل کر دیا ہو۔ اور اگر بالفرض یہ واقعی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ ہی کا قول ہے تو وہ بھی بمقابلہ جمہور علماء و فقہاء کے متروک ہے (واللہ اعلم) (مقام صحابہؓ ص ۴۷)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ بعض مقامات میں الحاق کا گمان ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سارا مجموعہ فتاویٰ عزیزی نا قابل اعتماد ہو۔ البتہ دلائل کی بنا پر جس عبارت میں شبہ ہو وہ الحاقی سمجھی جائے گی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

واما علی رضی اللہ عنہ فخلافتہٗ صحیحۃ بالاجماع وکان ھو الخلیفۃ فی وقتہ لاخلافۃ لغیرہ واما معاویۃ رضی اللہ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجبآء واما الحروب التی جرت فکانت لکل طائفۃ شبھۃ اعتقدت تصویب انفسھا بسببھا وکلھم عدول ومتأولون فی حروبھم وغیرھا ولم یخرج شیٔ من ذلک احداً منھم من العدالۃ لانھم مجتھدون الخ۔

(نووی شرح مسلم جلد ثانی ص ۲۷۲ کتاب فضائل الصحابۃ)۔

اور بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح ہے اور اپنے وقت میں وہی خلیفہ

تھے۔ اور آپ کے سوا کسی کی خلافت نہ تھی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل اور شریف صحابہ میں سے ہیں مگر جو جنگیں آپس میں لڑی گئی ہیں تو ان میں ہر ایک گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو صواب پر ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور سب صحابہ عادل ہیں اور ان جنگوں وغیرہ اختلافات میں تاویل کرنے والے ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ان میں سے کسی کو (صفت) عدالت سے خارج نہیں کرتی کیونکہ وہ مجتہد ہیں الخ۔

یہ عبارت خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۵۲ تا ۵۵ پر بھی نقل کر دی گئی ہے۔

② حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اصابہ فی تمیز الصحابۃ جلد اول ص ۱۱ میں فرماتے ہیں:

الفصل الثالث فی بیان حال الصحابة اتفق اهل السنة علی ان الجمیع عدول ولم یخالف فی ذلک الا شذوذ من المبتدعة وقد ذکر الخطیب فی الکفایة فصلاً نفیساً فی ذلک فقال عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعدیل الله لهم واخباره عن طهارتهم واختیاره لهم. الخ۔

ترجمہ: فصل تیسری۔ احوال الصحابۃ کے بیان میں: اہل السنّت والجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس میں سوائے چند مبتدعین کے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ کفایہ میں خطیب نے ایک نفیس فصل اس کے متعلق ذکر کی ہے۔ فرمایا کہ عدالت صحابہ کی ان کی اللہ تعالیٰ کی تعدیل اور ان کی پاکیزگی کی خبر دینے اور ان کے مختار بنانے سے ثابت ہوئی ہے ان نصوص اور آیات میں سے الخ

(بحوالہ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۵۸ مؤلفہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)۔

③ محقق ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابی الشریف شافعی رحمۃ اللہ علیہ مسائرہ اور اس کی شرح مسامرہ ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں:

واعتقاد اهل السنة والجماعة تزکیة جمیع الصحابة رضی الله عنهم وجوبًا باثبات العدالة لکل منهم والکف عن الطعن فیهم

والثنآء علیھم کما اثنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ علیھم اذقال کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ وقال تعالیٰ وَکَذٰلِکَ جَعَلنٰکُم اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُونُوا شُهَدَآء عَلَی النَّاسَ الخ.

ترجمہ: اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ تمام صحابہ کے وجوبِ تزکیہ کا ہے کہ ان سب کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے اور ان کی ایسی ثناء اور صفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے، اللہ فرماتا ہے جتنی امتیں لوگوں کے لیے بنائی گئی ہیں ان میں تم سب سے بہتر ہو اور فرماتا ہے۔ ہم نے تم کو امت متوسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ الخ (ایضاً مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۵۷)

حضرت مولانا محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حافظ ابن عبدالبر کی کتاب استیعاب جلد اوّل ص ۲۔ حافظ ابن اثیر کی کتاب اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد اوّل ص ۲۔ علامہ علی قاری حنفی محدث کی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۵۱۷۔ محقق ابن ہمام کی تحریر الاصول اور اس کی شرح تقریر الاصول جلد ثانی ص ۲۶۰۔ اور علامہ بحر العلوم کی کتاب فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد ۲ ص ۱۵۶ کی عبارتیں پیش فرمائی ہیں جن سے صحابہ کرام کا عادل ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن بخوف طوالت ہم یہاں ان کو نقل نہیں کرتے۔ بہرحال مسلک اہل السنّت والجماعت یہی ہے کہ جنگ جمل وصفین وغیرہ کی وجہ سے کوئی صحابی صفت عدالت سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت اس وقت بھی تھی اور بعد ازاں بھی رہی۔

مولانا لعل شاہ کی تطبیق صحیح نہیں

مولانا لعل شاہ صاحب مشاجرات صحابہ کے متعلق اہل السنّت والجماعت کے دونوں قولوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اگر دوسرے قول کی یہ تاویل کرلی جائے کہ محاربین حضرت علیؓ واقعتاً باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تو اس کا مرجع وہی ہو جاتا ہے جو پہلے قول کا ہے البتہ بعض عبارات اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں اور اس نظریہ کو حق وصواب سمجھیں کہ اس مقاتلہ میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور ان کے محاربین فی الحقیقت باطل پر تھے، مگر انہوں نے باطل پر قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو نہ پا سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ (استخلاف یزید ص ۱۸۹)

الجواب: جب مولانا لعل شاہ صاحب محاربین علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد مانتے ہیں تو ان کو حقیقتاً باطل پر قرار دینا غلط ہے کیونکہ اجتہادی اختلاف میں صواب وخطا کا تقابل ہوتا ہے نہ کہ حق و باطل کا۔ وہ صورتاً باطل پر تھے نہ کہ حقیقتاً۔ آخر کیا حضرت آدم علیہ السلام سے معصیت اور غوایت حقیقی کا صدور ہوا تھا۔

(۲) بعنوان ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت برقرار ہوگئی'' ...... لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جمہور اہل السنّت کی مذکورۃ الصدر آراء دورِ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں ان کے خروج و قتال کے سلسلہ میں تھیں۔ لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبردار ہوگئے اور ساری جماعت ان پر متفق ہوگئی اور بالاتفاق ان کی عدالت برقرار ہوگئی۔ ازاں بعد ان کی طرف فسق و فجور اور ظلم و تعدی کی نسبت کرنا ظلم و تعدی ہے۔ الخ (استخلاف یزید ص ۱۹۱)۔

الجواب: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری صاحب موصوف کے نزدیک جنگِ صفین میں چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقتاً باطل پر تھے اس لیے ان کی عدالت زائل ہوگئی تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح تک وہ عادل نہ تھے۔ البتہ صلح کے بعد ان کی عدالت بحال ہوگئی۔ لیکن یہ بھی غلط نظریہ ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف اجتہادی تھا اور

اجتہادی اختلاف عدالت کے منافی نہیں ہے۔ اور تعجب ہے کہ مولانا لعل شاہ صاحب خود بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں چنانچہ بعنوان: ''ایک شبہ اور اس کا ازالہ'' لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے امام برحق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا اور نہایت ثبات کے ساتھ اس پر قائم رہے، کیا ان کا یہ فعل عدالت کے منافی نہیں؟۔

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ وہ اس قتال میں متاوّل (یعنی تاویل کرنے والے تھے) اور عدالت متاول کی ساقط نہیں ہوتی الخ (رسالہ عدالت صحابہ رضی اللہ عنہ ص ۳۵)

اور اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

راقم السطور کہتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عدالت کے اس مرتبہ علیا پر فائز تھے کہ کسی وسوسہ کا گرد وغبار انہیں آلودہ نہیں کرسکتا۔ وہ روایتِ حدیث کے معاملہ میں اتنے محتاط تھے کہ مذمت علی رضی اللہ عنہ تو خیر بہت دور کی بات ہے مدح عثمان میں بھی کوئی روایت نہیں کی ہے جس سے زمین وآسمان پُر ہیں'' (ایضاً عدالت صحابہ ص ۳۷)

ہمارا سوال یہ ہے کہ جب تاویل کرنے والے کی عدالت ساقط ہی نہیں ہوتی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد متاول تھے تو پھر بخاری صاحب نے استخلاف یزید میں اس کے خلاف یہ کیوں لکھا ہے کہ وہ حقیقتاً باطل پر تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد عدالت برقرار ہوئی۔ جب عدالت ساقط ہی نہیں ہوتی اور برقرار ہی رہی تو پھر صلح حسن رضی اللہ عنہ کے بعد عدالت برقرار ہونے کا کیا مطلب؟ کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب کچھ تطبیق کا راستہ نکالیں گے؟

معصیت صورتاً وحقیقتاً

عصمتِ انبیاء کی بحث میں مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے حضرت مدنی تحریر فرماتے ہیں:

اور اسی طرح عصمت ان (یعنی انبیاء) کی دائمی ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتی۔ جن امور کو مودودی صاحب لغزشیں شمار کرتے ہوئے عصمت کا اٹھ جانا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ یہ امور معصیت میں ہی نہیں صرف صورت معصیت ہیں۔ حدیث انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئٍ مانوی (الحدیث) اس کے لیے شاہد عدل ہے کماتقرر فی مواقعھا (جیسا کہ اپنے اپنے موقع پر یہ بات ثابت ہے) جس طرح خطا اور قتل عمد صورتاً ایک ہی جیسے ہیں مگر حقیقت میں دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح نیت معصیت سے جرم کا ارتکاب اور بلانیت معصیت۔ معصیت کا ارتکاب زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہے۔ اوّل کبائر معاصی میں سے ہے تو ثانی خطائے اجتہادی اور زلت ہے۔ بہرحال عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے لیے نبوت کی لوازمِ ذاتیہ میں سے ہے کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔ جو افعال ان سے معاصی سمجھے گئے ہیں وہ حقیقتاً معاصی نہیں ہیں وہ صرف صورتاً ہی معاصی اور خطائے اجتہادی اور زلت ہیں۔ الخ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۵۴)۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مودودی نظریہ کی تردید کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل حق تمام اہل السنّت والجماعت متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ثقہ ہیں۔ ان کی روایات اور شہادتیں مقبول اور معتمد ہیں۔ ان پر کوئی جرح اور تنقید نہیں ہوسکتی۔ دلائل نقلیہ اور عقلیہ کثیرہ اور شہیرہ اس پر قائم ہیں۔ انہیں کے ذریعہ سے دین بعد والوں کو پہنچا ہے۔ اور وہی مدارِ دین اور معیارِ حق ہیں اور انہی کی تابعداری بعد والوں کے لیے ضروری

ہے۔الخ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ٦٩)

② حضرت مدنی نے عدالت صحابہ کے اثبات میں محققین کی جو عبارتیں پیش کی ہیں ان میں سے بعض گزشتہ صفحات میں نقل کر دی گئی ہیں جن میں علامہ علی قاری محدث حنفی رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ:

ہر جماعت کو شبہ تھا جس سے ہر ایک اپنے آپ کو حق اور صواب پر خیال کرتی تھی اور سب کے سب اپنی اپنی لڑائیوں میں تاویل کرنے والے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اس وجہ سے عدالت سے نہیں نکلا کیونکہ ہر ایک جماعت محقق تھی۔الخ

علاوہ ازیں امام نوویؒ کی یہ عبارت بھی پہلے پیش کر دی گئی ہے:

اور سب صحابہ عادل ہیں اور ان جنگوں وغیرہ اختلافات میں تاویل کرنے والے ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ان میں سے کسی کو (صفت) عدالت سے خارج نہیں کرتی کیونکہ وہ مجتہد ہیں۔الخ

③ عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بحث میں ہی سورۃ الحجرات کی آیت

لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ ترجمہ: پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھپا دیا اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی۔ وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا۔

کے تحت فرماتے ہیں:

اس آیت نے تو تمام صحابہ کرام کی مکمل توثیق کر دی۔ اگر صحابہ سے کوئی گناہ بالقصد ثابت ہو جائے تو وہ آیت مذکورہ اور ان کی محفوظیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ عدالت اس ملکہ اور قوت راسخہ کا نام ہے جو کہ اجتناب علی

الکبائر اور عدم اصرار علی الصغائر اور خسیس باتوں کے ترک پر آمادہ کرتی ہے۔
شاذ و نادر طور پر کسی وقت میں کسی جرم کا سرزد ہو جانا اور پھر نادم ہونا اور رہنا عدالت میں کھنڈت نہیں ڈالتا اور نہ ان کی حفاظت کے منافی ہے۔ مگر مودودی صاحب کسی صحابی اور کسی انسان کو معیار حق نہیں مانتے اور نہ کسی کو تنقید اور جرح سے بالاتر مانتے ہیں اور نہ قابل تقلید مانتے ہیں۔ ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

کیا یہ اختلاف فروعی ہے یا اصولی؟ (مودودی عقائد اور دستور کی حقیقت ص ۷۵)

عدالت کی مذکورہ تعریف سے معلوم ہوا کہ مخالفین جو عدالت صحابہ کی نفی کرنے کے لیے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ وغیرہ کے واقعات پیش کرتے ہیں وہ ان کی کم فہمی یا بغض و عناد پر مبنی ہے۔ حضرت ماعز صحابی سے جرم تو ضرور ہوا لیکن ان کو توبہ بھی معیاری نصیب ہوئی ہے۔ اسی طرح شاذ و نادر بعض صحابہ کے واقعات کو سمجھئے۔ ہر صحابی کی وفات کامل ایمان پر ہوئی ہے اور ہر ہر صحابی سیدھے جنت میں جائیں گے۔ مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کو شیخ الاسلام حضرت مدنی محدثؒ کی شاگردی پر ناز ہے۔ اگر وہ عدالت صحابہ کی بحث میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے استفادہ کرتے تو اس طرح ٹھوکر نہ کھاتے۔

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہم سوال

اس مختصر کتابچہ میں اس مسئلہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے کہ صحابہ کرام صرف روایت حدیث میں عادل تھے یا اپنی عمومی زندگی میں بھی۔ لیکن اس سلسلے میں یہ سوال اہم ہے کہ: **الصحابة کلهم عدول** کا اگر یہ مطلب ہے کہ صرف روایت حدیث میں عادل ہیں تو اس تخصیص کے لیے بخاری صاحب کے پاس کیا آیت و حدیث کی کوئی نص موجود ہے کہ تمام صحابہ کرام روایت حدیث نبوی میں یقیناً عادل ہیں؟ بینوا توجروا۔

مولوی مہر حسین شاہ بھی سمجھیں

مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

قاضی صاحب مولانا بخاری مدظلہ پر اعتراض کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ: اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآنی حکم پر عمل کرتے۔'' مگر اپنی اسی مذکورہ کتاب میں سندیلوی صاحب کا رد کرتے ہوئے قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حکم فقاتلوا التی تبغی پر عمل کیا۔'' (خارجی فتنہ ص ۵۶۰) گویا مولانا قاضی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقی باغی تسلیم کر رہے ہیں۔

حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو ہی جاتی ہے۔ (کھلی چٹھی ص ۱۴)

الجواب: مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے یہاں میری عبارت پوری نقل نہیں کی جس میں مولانا لعل شاہ صاحب پر میں نے اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ وہ عبارت یہ ہے:

علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف عناد و نفسانیت پر مبنی ہوتا تو آپ ثالثوں کی تحکیم کی تجویز قبول نہ فرماتے کیونکہ حقیقتاً باغی کے لیے تو قرآن میں بھی صریح حکم مذکور ہے کہ: فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓءَ اِلی امر اللہ (پس باغی گروہ سے اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ وہ اللہ کے حکم یعنی حق کی طرف رجوع نہ کرے) حالانکہ آخری وقت تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول نہیں کی۔ باوجود اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثالثی کی تجویز قبول کر لی۔

(خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۲۷)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ثالثی کی تجویز قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باغی نہیں قرار دیتے تھے۔ ورنہ جب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کی اطاعت نہ قبول کر لیتے

آپ جنگ جاری رکھتے۔

مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے گو میری یہ عبارت کھلی چٹھی ص ۱۱ پر نقل کی ہے لیکن ص ۴۴ پر اس کا اختصار درج کیا ہے جس سے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔

(۲) یہی جواب میں نے مودودی صاحب کو دیا ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باطل پر قرار دیتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہے:

''خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باغی ہونے کا وہی حکم تھا جو مجتہد مخطی (خطا کرنے والے) کا ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فریقین کی طرف سے ایک ایک حکم (ثالث) مقرر کرنے کی تجویز قبول کر لی تھی جس کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص ثالث مقرر کیے گئے تھے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس معنی میں باغی ہوتے جس معنیٰ میں مودودی گروہ منوانا چاہتا ہے یعنی بالکل باطل پر ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے حکمین کی تجویز قبول کرنا ناجائز تھا کیونکہ قرآن کریم میں باغی گروہ کے متعلق صریح حکم ہے: وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا...... لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مساوی درجہ دے کر اپنا معاملہ ثالثوں کے سپرد کر دیا۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر دو ثالثوں نے اپنے فیصلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قطعاً حق پر سمجھا جاتا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر تو پھر خلیفہ حق کو معزول کرنا کیونکر جائز ہو سکتا تھا۔ الخ (علمی محاسبہ ص ۱۴۱)۔

مولوی مہر حسین شاہ صاحب میری مذکورہ خط کشیدہ [1] عبارت کے پیشِ نظر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ:

---

[1] لیکن حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ تا آخر حوالہ

مولانا قاضی صاحب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نص قرآنی قرار دیتے ہیں مگر اپنی کتاب علمی محاسبہ ص ۱۴۱ پر یوں گوہر افشانی کرتے ہیں: ''لطف کی بات یہ ہے کہ ہر دو ثالثوں نے الخ (کھلی چٹھی حاشیہ ص ۱۳)

نیز لکھتے ہیں کہ:

اب قاضی صاحب ہی انصاف سے بتائیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم قرآن کی مخالفت کی یا نہیں اور یہ اجتہادی خطا کی کونسی قسم ہے۔ (ایضاً ص ۱۴)۔

الجواب: میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کی نص سے ثابت کیا ہے لیکن اس سے مراد عبارت النص نہیں بلکہ اقتضاء النص ہے۔ اور مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دوران کسی کو علم نہ تھا کہ باقتضاء النص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ کیونکہ یہ احتمال تھا کہ کوئی اور صحابی مراد ہو۔ اسی لیے فریق ثانی نے اپنے اجتہاد کی بنا پر آپ کی مخالفت کی اور اُس وقت اس کو نصِ قرآنی کی مخالفت نہیں کہہ سکتے تھے لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعد یہ ثابت ہوا کہ: باقتضاء النص حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی چوتھے درجہ پر قرآن کی موعودہ خلافت کا مصداق تھے۔ کیونکہ وعدہ خلافت مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم سے تھا۔ اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے خلفائے ثلثہ کے بعد سوائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے کسی صحابی کو خلافت نہیں ملی۔ اسی بنا پر بعد میں اہل السنّت والجماعت کا اس عقیدہ پر اجماع ہوگیا کہ قرآن کے موعودہ خلفاء صرف یہی چار ہیں۔ اور چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبارت النص کی مخالفت نہیں ہوئی اس لیے اہل السنّت والجماعت نے یہ مسلک اختیار کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجتہادی خطاء کا صدور ہوا ہے۔ اور مولانا لعل شاہ صاحب بخاری بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باطل پر قرار دینے کے باوجود ان کی اجتہادی خطاء تسلیم کررہے ہیں اور مولوی مہر حسین صاحب اُن سے نہیں پوچھتے کہ حضرت یہ اجتہادی خطا کی کونسی قسم ہے؟

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ جو اعتراض یہاں مولوی مہر حسین شاہ صاحب کر رہے ہیں یہی اعتراض شیعہ علماء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کرتے ہیں چنانچہ ایک شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو (سرگودھا) لکھتے ہیں:

یہ بھی تو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اجتہاد کا محل و مقام کیا ہے؟ باتفاق تمام اہل اسلام اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں قرآن و حدیث کی کوئی صریح و صحیح نص موجود نہ ہو اور جہاں نص موجود ہے وہاں خدا و رسول کے حکم کے بالمقابل اگر کوئی شخص اجتہاد کرے گا تو اس کا اجتہاد باطل اور ناجائز سمجھا جائے گا۔ الخ

(تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت ص ۴۸۵)

ڈھکو صاحب کے جواب میں ہمارا یہی مطالبہ ہے کہ پہلے قرآن مجید کی کسی آیت سے بطور عبارت النص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلافت بلافصل ثابت کریں پھر ہم مان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم صریح کے مقابلہ میں اجتہاد جائز نہ تھا۔

کیا ڈھکو تحریف قرآن کے قائل ہیں؟

اس کے جواب میں ڈھکو صاحب یہی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق نص صریح موجود تھی لیکن اصحاب نے اس کو قرآن میں درج نہیں کیا۔ چنانچہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ اگر مسئلہ امامت اس قدر اہم تھا کہ جتنا شیعہ حضرات خیال کرتے ہیں تو خداوند عالم نے ائمہ کے اسمائے گرامی صراحتاً قرآن میں کیوں نہ ذکر کردیے تاکہ مسلمانوں کا اس مسئلے میں اختلاف ختم ہو جاتا۔ لکھتے ہیں:

حلی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ فریقین کی بعض روایات کے مطابق ائمہ اطہار علیہ السلام کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں موجود تھے مگر جمع قرآن کے وقت انہیں نظر انداز کردیا گیا۔ چنانچہ ہماری تفسیر صافی ص ۹ مقدمہ ششم طبع ایران بحوالہ تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ لو قرئ القرآن کما

انزل لَا لَفِيتُمُونَا فِيهِ مُسَمِّيِينَ ''اگر قرآن کو اس طرح پڑھا جاتا جس طرح وہ نازل ہوا تھا تو تم اس میں ہمیں نام بنام موجود پاتے۔''

(اثبات الامامت ص ۳۱۲ ناشر مکتبۃ السبطین کوٹ فرید سرگودھا)

شاباش! مجتہد ہوں تو ایسے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت ثابت کرنے کے لیے قرآن میں تحریف و تبدیلی مان لی۔ العیاذ باللہ

(ب) غالباً مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن کے موعودہ خلفاء ہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر حضرت صدیق اکبر کی خلافت قرآن کی موعودہ ہے اور آپ باقتضاء النص خلیفہ اول ہیں تو پھر ثقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے متعلق صحابہ نے مشورہ کیوں کیا اور ان میں باہمی اختلاف رائے کیوں ہوا تھا۔ پھر حضرت عمر فاروق نے اپنے بعد خلافت کا مسئلہ حل کرنے کے لیے چھ اصحاب کی شوریٰ کیوں قائم کی تھی۔ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ یہی جواب ہوگا کہ ان حضرات کی حیات میں کسی کو قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ وہی قرآن کی موعودہ خلافت کا مصداق ہیں۔

سندیلوی صاحب کا معاملہ

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی چونکہ چاروں خلفائے راشدین کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق قرار دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا بھی نہیں تسلیم کرتے بلکہ آپ کی ذات کو اقرب الی الحق قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان پر اتمام حجت کے لیے میں نے کئی مقامات پر لکھا ہے کہ اب جب آپ حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن کا چوتھا خلیفہ موعود مانتے ہیں تو پھر حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا کیوں نہیں تسلیم کرتے۔ میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کا مبحث یہی ہے۔ اگر مولوی مہر حسین شاہ صاحب اس علمی بحث کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو پھر اس میں دخل کیوں

دیتے ہیں۔۔ خواہ مخواہ پانچواں سوار بننے سے کیا حاصل؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے

میں نے مولانا لعل شاہ صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہ بات بھی عجیب ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو (خواہ جنگ و قتال کی صورت میں ہوا) اجتہادی خطا قرار دیدیا تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہے کہ صلح کے بعد ان کی عدالت برقرار ہوگئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بھی عادل تھے کیونکہ مجتہد تھے اور مجتہد کو غیر عادل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اس کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اس بات سے قطع نظر کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے بھی یا نہیں جیسا کہ امام اہل سنت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی میں تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ درجۂ اجتہاد کو نہیں پہنچے تھے الخ (کھلی چٹھی ص ۷)

الجواب ① فتاویٰ کی عبارت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی بالکل نفی نہیں ہوتی بلکہ اس میں مجتہدین صحابہ کے مراتب بیان کیے ہیں چنانچہ لکھا ہے:

جن صحابہ کرام کو مرتبہ اجتہاد کا حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حاصل نہ ہوا تھا ایسے صحابہ کرام کے اجتہاد کی نفی کرنا درست ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کسی مسئلہ اجتہادیہ کی تصدیق نہیں فرمائی ہے تاکہ اجتہاد ان کا مفتی بہ ہوسکے اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا۔ اس واسطے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اخیر عمر میں احادیث کثیرہ دیگر صحابہ کبار سے سنیں اور اس وجہ سے بعض مسائل فقہ میں دخل دیتے تھے اور یہی مراد ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ انہ فقیہ الخ (فتاویٰ عزیزی مترجم ص ۲۱۸)

② فتاویٰ عزیزی کے الحاقیات کے متعلق پہلے بھی عرض کردیا ہے اور یہ عبارت بھی

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث جیسے محقق کی نہیں ہو سکتی۔

(ب) جب مندرجہ عبارت میں یہ لکھا ہے کہ:

جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا الخ

تو مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے فتاویٰ عزیزی کی یہ عبارت کیوں نہیں لکھی۔ کیا یہ علمی خیانت نہیں ہے۔

③ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہ فقیہ (باب ذکر معاویہ) یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کون ہیں اس کے متعلق بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہ وقال اللھم علمہ الحکمۃ (باب ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہ) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینہ سے لگایا اور کہا اے اللہ اس کو حکمت سکھلا۔

اور ایک روایت میں ہے:

اللھم علمہ الکتٰب اے اللہ اس کو اپنی کتاب یعنی قرآن کا علم عطا فرما۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ھو اعلم الناس بما انزل اللہ علی محمدٍ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ کی وحی کے سب لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو ترجمان القرآن فرمایا ہے۔

(فتح الباری شرح البخاری جلد ۷ ص ۷۹)

فرمائیے۔ حبر امت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ (مجتہد) فرما رہے ہیں لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب ان کے فقیہ و مجتہد ہونے کا انکار کرتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ مولانا لعل شاہ بخاری کو فقیہ قرار

دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''ادھر سیدی و مرشدی فقیہ الامت ترجمان اہل سنت حضرت علامہ سید لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالیٰ''

پھر لکھتے ہیں:

''راقم آثم کو حضرت بخاری مدظلہ کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت اور لگاؤ ہے۔'' (خصائص نسائی مترجم، عرض ناشر ص ۲)

کیا عجیب محبت ہے۔ مولانا لعل شاہ صاحب تو محبوب بھی ہوں اور فقیہ بھی۔ لیکن ایک صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ محبوب ہوں اور نہ فقیہ ؎

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

④ مولوی مہر حسین شاہ صاحب یہاں اپنے مجتہد مولانا لعل شاہ صاحب کی تقلید کو بھی جواب دے گئے ہیں حالانکہ مولانا بخاری صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ ''انه فقيه۔'' ''فقیہ یعنی مجتہد ہیں۔'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱)

چونکہ فقہاء صحابہ کی شان نسبتاً بلند ہے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ رفیع الشان صحابی ہیں۔ (استخلاف یزید ص ۱۱۳)۔

ایک شیعہ مجتہد

شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو (سرگودھا نے) بھی فتاوی عزیزی کی یہی عبارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد نہ ہونے کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ چنانچہ بعنوان ''معاویہ مجتہد نہیں ہے'' لکھا ہے:

باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ معاویہ مجتہد ہے یا نہیں؟ سو مخفی نہ رہے کہ برادران

اہل سنت کے تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد نہیں ہے‘‘۔

② شاہ عبدالعزیز فتاویٰ عزیزی جلد اوّل ص ۱۰۱ پر معاویہ وغیرہ کے متعلق لکھتے ہیں:

پس ہر کہ اجتہاد ایشان رانفی کند درست است زیرا کہ در حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشاں را آں مرتبہ حاصل نبود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہیچ مسئلہ بر صحت اجتہاد حکم نفرمودہ اند تا اجتہاد ایشاں معتبر و مفتی بہ تواند شد۔ یعنی جو ان کے اجتہاد کی نفی کرتا ہے وہ درست کرتا ہے کیونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اجتہاد کا درجہ حاصل نہ تھا اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان کے کسی اجتہاد کی تصدیق فرمائی تھی تا کہ ان کا اجتہاد معتبر و مفتیٰ بہ ہو سکے۔ الخ (تجلیات صداقت، ص ۴۸۵)۔

الجواب: ① مجتہد ڈھکو صاحب نے یہاں صریح جھوٹ لکھا ہے کہ: ’’اہل سنت کے تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ معاویہ مجتہد نہیں ہے‘‘ حالانکہ جمہور اہل سنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد قرار دیتے ہیں اور بخاری شریف میں تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو فقیہ (یعنی مجتہد) قرار دیا ہے۔

② ڈھکو صاحب نے بھی مولوی مہر حسین شاہ صاحب کی طرح مابعد کی عبارت فتاویٰ عزیزی کی نہیں لکھی جس سے آپ کا مجتہد ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی: ’’اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا‘‘ الخ اور ڈھکو صاحب اپنی تصانیف میں اس قسم کی علمی خیانتوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ تو اپنے مذہبی عقیدہ تقیہ کی بنا پر اس کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔ کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب بھی اسی قسم کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ڈھکو صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو مجتہد نہیں مانتے جو حضور خاتم النبیین کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ہیں لیکن اپنے آپ کو وہ مجتہد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب اثبات الامامت کے آخر میں انہوں نے عراق کے چند بڑے بڑے مجتہدین شیعہ کی تحریروں کا عکس شائع کیا ہے جس میں انہوں نے ڈھکو صاحب کو اجازت اجتہاد کی سند عطا فرمائی ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تابکجا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں

میں نے کتاب خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۲۴ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک جلیل القدر صحابی لکھا ہے۔ لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب ان الفاظ سے بھی نالاں ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: /

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں ''اور پھر ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں کرتے ہیں'' (شہادت امام حسین اور کردار یزید ص ۷۸) اور خود قاضی صاحب نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تیسرے درجے کا صحابی قرار دیا ہے۔ (خارجی فتنہ، حاشیہ کھلی چٹھی ص ۳)

الجواب: ① رفعت اور جلالت قدر اضافی امور ہیں: حضرت نانوتوی قدس سرہ کی مراد یہ ہے آپ کی رفعت و عظمت خلفائے راشدین وغیرہ صحابہ کرام کے برابر نہیں جو افضل واولیٰ پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو ترک اولیٰ پر بھی افسوس ہوتا ہے اور اسی بنا پر کہا جاتا ہے: **حسنات الابرار سیئات المقربین** یعنی ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے گناہ سمجھے جاتے ہیں اور خود حضرت نانوتوی بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صحابہ کرام کو چھوڑ کر یزید کو خلیفہ بنانے کی توجیہہ یہی پیش کررہے ہیں کہ:

افضل کا خلیفہ بنانا افضل ہے نہ کہ واجب لیکن اتنی بات کے باعث ترک افضل کا ان پر گناہ نہیں تھوپا جاسکتا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گالم گلوچ سے ہم پیش آئیں۔ اور پھر ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں کرتے کہ افضل واولیٰ کو ترک کرنے کے باعث ان جیسے معاملات میں ہم ان کی طرف سے معذرت پیش کریں۔ (شہادت امام حسین وکردار یزید ص ۷۸)

(ب) حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بات میں نہ خلیفہ راشد ہیں نہ ناخلف ہیں۔ ہاں فضیلت صحبت اور بزرگی صحابیت اور اخوت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ان کو حاصل تھی اوراس لیے سب کے واجب التعظیم ہیں جو برا کہے وہ اپنی عاقبت کھوتا ہے۔ کیونکہ خداوند کریم تمام صحابہ کی نسبت فرماتا ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہ کرے گا۔ سو جو کوئی اس پر بھی ان کو رسوا کرنا چاہے وہ خدا کا مقابل ہے۔ ہم کو تو اب یہی لازم ہے کہ ان کی عیب چینی نہ کریں اور یوں سمجھیں کہ حضرت امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اگر باہم کچھ مناقشہ ہوا بھی تو وہ ایسا ہی تھا جیسا موسیٰ اور ہارون اور حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں اور حضرت موسیٰ اور خضر میں یہ جھگڑے قضیے ہوئے۔ یہ سب قصے، کلام اللہ میں مذکور ہیں انکار کی گنجائش نہیں ورنہ اے حضرات شیعہ! خوف کفر ہے۔ پھر سبھی کو بزرگ سمجھنا لازم ہے۔ الخ (اجوبۂ اربعین ص ۱۸۸)

مولوی مہر حسین شاہ صاحب فرمایئے! جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب التعظیم ہیں اور حسبِ تقاضائے قرآنی آپ سبھی دوسرے صحابہ کے ساتھ نجات یافتہ ہوں گے۔ اور نبوت کے بعد شرف صحابیت رحمۃ للعالمین سب سے بڑا شرف ہے تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیوں نہ جلیل القدر ہوں گے۔

(۲) میں نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تیسرے درجہ میں شمار کیا ہے تو یہ صحابہ کرام کے تفاوتِ درجات کی بنا پر ہے۔ کیونکہ حسبِ ارشاد ربانی: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (پارہ دوم رکوع ۲) طبقات صحابہ کے اعتبار سے پہلا طبقہ مہاجرین کا ہے۔ دوسرا انصار کا اور تیسرا طبقہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ جس کا یہ مطلب کیسے نکل سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی بڑی شان نہیں ہے بلکہ انبیائے کرام کے بعد صحابہ کرام میں سے سب

سے چھوٹے درجے کے صحابی تمام امتوں کے اولیاء سے افضل ہیں اور سب کے لیے واجب التعظیم۔

③ اور لطف کی بات یہ ہے کہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب کے محبوب پیر و مرشد اور فقیہ امت بزرگ مولانا لعل شاہ بخاری بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رفیع الشان قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''چونکہ فقہائے صحابہ کی شان نسبتاً بلند ہے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ رفیع الشان صحابی ہیں۔'' (استخلاف یزید ص ۱۱۳)

اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب اپنے مرشد بخاری صاحب سے ہی پوچھ لیں کہ: جلیل القدر اور رفیع الشان میں کتنا فرق ہے؟

(ب) اور مولانا بخاری موصوف نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ:

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ بن مبارک نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کی (یعنی شرف صحابیت) کی تشریح اس طرح کی ہے کہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شریک جہاد ہوئے اس گھوڑے کی ٹاپ سے اڑ کر جو غبار گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا ہے وہ بدر جہا حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔'' (تطہیر الجنان ص ۱۰، ناھیۃ ذم معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۱۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹، مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، ج ۱ ص ۲۴۳) اسی طرح امام شافعی سے بھی منقول ہے الخ (استخلاف یزید ص ۱۱۳)۔

اور بندہ نے بھی اس حکایت کا خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۳۰۵ میں ذکر کیا ہے بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔''

مولوی مہر حسین شاہ صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جلیل القدر کے الفاظ استعمال کرنے سے بھی چڑتے ہیں۔ آپ کو مجتہد اور عادل بھی نہیں مانتے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر معائب تلاش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بغضِ

معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی مادہ گھسا ہوا ہے۔ اور یہ ایک خطرناک اور مہلک بیماری ہے۔ ان کو صدقِ دل سے توبہ کرنا چاہیے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کسی قسم کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیے۔ واللہ الهادی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں:

تیسری تنبیہ۔ جاننا چاہیے کہ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ایک شخص تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اور زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں بڑے صاحب فضیلت تھے۔ تم کبھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو گئے۔ الخ (ازالۃ الخفاء مترجم حصہ اول ص ۵۷۱)

اہل سنت پر افتراء

مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ لوگوں نے روافض کی پیروی میں عدالت صحابہ کا ایک اختراعی عقیدہ وضع کر لیا ہے بلکہ روافض کے بھی کان کترتے ہیں۔ روافض ائمہ اہل بیت اطہار علیہ وعلی آباۂ السلام کو معصوم مانتے ہیں۔ ان کی تقلید میں بعض لوگ صحابہ کو معصوم مانتے ہیں (کھلی چٹھی ص ۱۸)

افسوس کہ شاہ صاحب موصوف نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ اہل سنت میں سے کون لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معصوم مانتے ہیں؟ یہ تو افترا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا آپ کی یہ مراد ہے کہ اہل سنت مشاجرات صحابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ جو صحابہ کرام تھے ان کی اجتہادی خطا مانتے ہیں؟ اس سے ان کی عصمت کا قول کیسے لازم آتا ہے۔

(ب) عادل قرار دینے سے بھی عصمت لازم نہیں آتی۔ اور اس سلسلہ میں پہلے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کر دیا ہے۔ دوبارہ دیکھ لیں۔ اور لطف یہ ہے کہ وہ خود بھی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے معصوم کا لفظ استعمال کر رہے ہیں خواہ من وجہ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ عنوان ہی یہ لکھا ہے: ''روایت حدیث کے معاملہ میں صحابہ معصوم ہیں''۔ اور پھر مولانا لعل شاہ صاحب کی عبارت نقل کی ہے کہ:

تمام صحابہ روایت حدیث کے معاملہ میں معصوم ہیں۔ بحمداللہ ایک صحابی بھی ایسا نہیں جو بعمد الکذب علی النبی (یعنی جان بوجھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولے) کی معصیت میں مبتلا ہوا ہو۔ اس لیے امت نے اجتماعی طور پر صحابہ کے اس حق کو تسلیم کرلیا ہے کہ الصحابة کلھم عدول سبھی صحابہ راست باز ہیں یعنی روایت حدیث کے سلسلے میں وہ ہماری جرح وتعدیل سے اعلیٰ وارفع ہیں۔ جرح تو خیر بہت دور کی بات ہے وہ بزرگ ہماری تعدیل سے بھی بالاتر ہیں۔ وہ جن کی تعدیل خدا اور رسول نے کردی ہو۔ انہیں معیار تعدیل پر لانا ہی ان کی توہین ہے۔ اعاذنا اللہ منھا. (استخلاف یزید ص ۴۸) (کھلی چٹھی، ص ۱۹)۔

مسئلہ عصمت انبیاء اور مولوی مہر حسین شاہ کا ایک نیا شوشہ

مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

عصمت چونکہ انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے لہٰذا اہل السنّت والجماعت انبیاء علیہم السلام کے ماسوا کسی دوسرے انسان کے لیے عصمت کے قائل نہیں تو اس لیے ماننا پڑے گا کہ تمام صحابہ عام زندگی میں معصوم نہ تھے بلکہ بعض صحابہ سے بعض اوقات بتقاضائے بشریت بعض گناہوں کا صدور بھی ہوا۔ بلکہ حدود وقصاص اور کفارات کی آیات قرآنی کے اوّلین شئون نزول اور اوّلین مخاطبین صحابہ ہی ہیں۔ کتب حدیث میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریم خمر کے بعد بھی بعض صحابہ نے شراب نوشی کا ارتکاب کیا تھا اور اسی طرح عہد حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سرقہ کے واقعات بھی رونما ہوئے اور صحیح بخاری میں حضرت ماعز کا

واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے دربار نبوی میں حاضر ہوکر زنا کا اعتراف کیا اور رجم کیے گئے۔ اس شراب نوشی، چوری اور زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم قذف محصنہ ہے اور بعض جلیل القدر صحابہ اس کی لپیٹ میں آ گئے اور ان پر حد جاری کی گئی ہے۔ خود مولانا قاضی صاحب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا گناہ تھا بلکہ آپ نے اپنی کتاب مذکورہ کے ص ۵۰۰ پر یہاں تک لکھ دیا ہے کہ: اہل سنت کے عقیدہ میں معصوم انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی زلت (لغزش) کا صدور ہوجاتا ہے۔'' آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ تمام صحابہ عام زندگی میں بھی معصوم اور عادل تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو گویا نعوذ باللہ صحابہ شان عدالت میں انبیاء علیہم السلام سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ ہم نے صراحت سے یہ بات لکھ دی ہے کہ تمام صحابہ کرام روایت حدیث کے بارے میں معصوم ہیں مگر عام زندگی میں صحابہ سے گناہ کا صدور ہوسکتا ہے۔ مگر وہ اصرار علی الفاحشہ وقرار علی المعصیت سے محفوظ ہیں الخ (کھلی چٹھی ص ۲۰)۔

الجواب: ① بیشک اہل السنّت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ عصمۃ انبیائے کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ اور غیر نبی کوئی انسان معصوم نہیں ہے۔ اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی معصوم نہیں ہیں۔ تو پھر ان کے خلاف خود مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے یہ کیوں لکھا ہے کہ: تمام صحابہ کرام روایت حدیث کے بارہ میں معصوم ہیں۔'' اس وجہ سے تو تمام صحابہ کرام جزوی طور پر انبیائے کرام کی عصمت میں شریک ہوگئے۔ ایں چہ بوالعجبی است۔

② میں نے پہلے بھی یہ سوال کیا ہے کہ روایت حدیث میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معصوم ہونے کی آپ کے پاس قرآن وحدیث کی کیا دلیل ہے؟ جب آپ یہ لکھ رہے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے شراب نوشی، چوری، زنا اور قذفِ محصنہ کا ارتکاب کیا ہے تو ان صحابہ کو روایت حدیث کے بارے میں کیونکر معصوم قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا شراب نوشی اور

چوری وغیرہ، کبیرہ گناہوں کے باوجود عصمت برقرار رہ سکتی ہے؟

③ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ: اس لیے ماننا پڑے گا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عام زندگی میں معصوم نہ تھے۔'' تو فرمائیں کہ اہل السنّت والجماعت میں سے کس مستند عالم نے یہ لکھا ہے کہ: تمام صحابہ عام زندگی میں معصوم تھے'' جس کے جواب کی آپ کو ضرورت پیش آئی ہے؟ اور جس کی بنا پر آپ مجھ سے سوال کررہے ہیں؟ کیا آپ نے یہ بات ہوش وحواس کے قائم ہونے کی حالت میں لکھی ہے یا کسی مدہوشی کے عالم میں؟ بحث تو الصحابة کلهم عدول کے تحت ہورہی ہے لیکن آپ نے زیربحث مسئلہ: الصحابة کلهم معصومون کا فرض کرلیا ہے کیا آپ عادل اور معصوم میں فرق نہیں سمجھتے؟

④ اگر شاذونادر کسی صحابی سے گناہ ہوگیا ہے تو انہوں نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے خالص توبہ کی توفیق عطا فرمادی جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ اور آپ خود بھی یہ لکھ رہے ہیں:

> تمام صحابہ کرام روایت حدیث کے معاملہ میں عادل ہیں اور عام زندگی میں معصوم نہیں مگر وہ اصرار علی الفاحشہ وقرار علی المعصیۃ سے محفوظ ہیں اور اگر کسی صحابی سے بتقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو بھی گیا تو فوراً بتوفیق ایزدی انہیں توبہ کی توفیق بھی نصیب ہوگئی۔ رضی اللہ عنہم (کھلی چٹھی ص ۲۲)

تو پھر آپ ان کے گناہوں کی فہرست کیوں پیش کررہے ہیں؟ ان کے گناہ معاف ہوچکے اور ہر ہر صحابی کا خاتمہ کامل الایمان ہونے کی حالت میں ہوچکا اور رب العلمین نے ان کو رضی اللہ عنہم کی قرآنی سند عطا فرمادی ہے تو پھر اس انداز تحریر کا مبنی کیا ہے؟

⑤ عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کا یہ ارشاد پہلے نقل کرچکا ہوں کہ:

> اگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی گناہ بالقصد ثابت ہوجائے تو وہ آیت مذکورہ اور ان کی محفوظیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے کہ عدالت اس ملکہ اور قوتِ راسخہ کا

نام ہے جو کہ اجتناب عن الکبائر اور عدم اصرار علی الصغائر اور خسیس باتوں کے ترک پر آمادہ کرتی ہے۔ شاذ و نادر طور پر کسی وقت میں کسی جرم کا سرزد ہو جانا اور پھر نادم ہونا اور رہنا عدالت میں کھنڈت نہیں ڈالتا۔ اور نہ ہی ان کی حفاظت کے منافی ہے الخ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۷۵)

غیر نبی کے معصوم نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے ضرور گناہوں کا صدور ہوتا ہے بلکہ معصوم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ غیر نبی سے گناہ ہو سکتا ہے خواہ اس سے ساری عمر کوئی گناہ نہ سرزد ہو۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے غیر نبی محفوظ ہو سکتا ہے لیکن اس سے گناہ کا صدور ممکن تو ہے خواہ اس کا صدور ہوا نہیں۔ اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محفوظ رکھا ہے اور بطور شاذ و نادر کسی سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو گیا تو چونکہ انہوں نے اس پر اصرار نہیں کیا اور رحمتِ خداوندی نے ان کو خالص توبہ کی توفیق عطا فرما دی اس لیے اب ان کو مطعون نہیں کیا جا سکتا۔

شیعہ کیا کہتے ہیں؟

اہل السنّت والجماعت کے ضابطہ: **الصحابة کلهم عدول** کی تردید کرتے ہوئے شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو نے لکھا ہے کہ:

اگر تمام صحابہ مجتہد ہوتے اور ان کے ہر ہر قول و فعل پر اجتہاد کا اطلاق ہو سکتا تو خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ پر شرعی حدود جاری نہ فرماتے اور نہ قرآن اور دفتر حدیث ان کے کارہائے زشت کی مذمت سے لبریز ہوتا حالانکہ بعض صحابہ پر قذف (تہمت زنا لگانے) بعض پر چوری کرنے اور بعض پر شراب خوری وغیرہ جرائم کے سلسلہ میں آنحضرت نے حدود جاری فرمائے ہیں (سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۲۴۳ وغیرہ) (ملاحظہ ہو تجلیات صداقت ص ۴۸۴)

(ب) یہی ڈھکو مجتہد لکھتے ہیں:

جماعت صحابہ میں ہر قسم و قماش کے لوگ ہوتے تھے۔ دیندار بھی دنیا دار بھی۔ صالح بھی طالح بھی۔ مومن بھی غیر مومن بھی۔ عادل بھی ظالم بھی حتی کہ قاتل بھی مقتول بھی۔ الغرض اس چند روزہ صحبت میں ان کی بشری کمزوریاں سلب نہیں ہوگئی تھیں کیونکہ

ہر کہ روئے بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت

الخ (تجلیات صداقت ص ۴۸۲)

سوال یہ ہے کہ کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب بھی مسلمانوں کے سامنے صحابہ کرام کا یہی نقشہ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ باقی رہا ڈھکو صاحب کا تبصرہ تو اس کا تفصیلی جواب تو ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل کتاب میں دیا جائے گا۔ یہاں مختصراً یہ عرض ہے کہ پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ امام الائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقشہ ان کی زوجہ مکرمہ حضرت فاطمۃ الزہراء نے کیا پیش کیا ہے جو شیعوں کے نزدیک معصومہ ہیں۔ چنانچہ شیعہ رئیس المحققین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر انتظار معاودت اومی کشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت از روئے مصلحت خطابات شجاعانہ درشت باسید اوصیاء نمود کہ مانند جنین دررحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان درخانہ گریختہ بعدازاں کہ شجاعانِ دہر رابخاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامرداں گردیدہ (حق الیقین ص ۲۰۳ طبع ایران)۔ ترجمہ: پس حضرت فاطمہ گھر میں تشریف فرما ہوئیں تو انہوں نے از روئے مصلحت بہادرانہ طور پر سید اوصیاء حضرت علی سے بہت سخت باتیں کیں اور فرمایا کہ تو اس بچے کی طرح پردہ نشین ہوگیا ہے جو ماں کے رحم (پیٹ) میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور خائنوں کی طرح بھاگ کر گھر میں بیٹھ گیا ہے اور

بعد اس کے کہ تو نے زمانہ کے پہلوانوں کو موت وہلاکت کی خاک میں ملایا ہے۔
ان نامردوں کے مقابلہ میں مغلوب ہو گیا ہے۔

اب ڈھکو صاحب ہی بتائیں کہ جب آپ کے نزدیک حضرت فاطمۃ الزہرا معصومہ ہیں اور گھر کی بھیدی بھی ہیں ان سے زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کون پہچان سکتا ہے۔ لیکن انہوں نے برملا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نامرد، بھگوڑے اور دشمنوں کے خوف سے چھپ جانے والا قرار دیا ہے۔ اور معصومہ کا قول ڈھکو صاحب کے نزدیک یقیناً صحیح ہوگا تو کیا ڈھکو صاحب یہ نتیجہ ماننے کے لیے تیار ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے بلکہ آپ کے پروردہ ایسے ایسے صحابی بھی تھے؟

باقی رہا مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا مجھ پر یہ اعتراض کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں گناہ اور نافرمانی کی نسبت کی ہے تو اس کا جواب پہلے دے چکا ہوں کہ چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں اس لیے یہ گناہ اور نافرمانی صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً اور اس وقت کسی صحابی کو معلوم نہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باقتضائے نص قرآنی قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔

انبیائے کرام کی لغزش

شاہ صاحب موصوف مجھ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ نے اپنی مذکورہ کتاب ''خارجی فتنہ'' کے ص ۵۰۰ پر لکھ دیا ہے کہ: اہل سنت کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی لغزش کا صدور ہوسکتا ہے۔'' اور اگر منکرین حدیث آپ سے یہ سوال کریں کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی لغزش کا صدور ہوسکتا ہے تو پھر ان کی بات (حدیث) پر کیونکر کلی اعتبار ہوسکتا ہے۔ (کھلی چٹھی ص ۲۲)

الجواب ①: میں نے اپنی کتاب ''علمی محاسبہ'' میں مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام پر مفصل اور مدلل بحث لکھ دی ہے جو مفتی محمد یوسف صاحب مودودی کی کتاب مولانا مودودی پر

اعتراضات کا علمی جائزہ" کے جواب میں ہے اور یہ کتاب ((اور مودودی مذہب) وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کی امدادی کتب میں داخل ہے۔ بندہ نے تو اس میں بتوفیقہٖ تعالیٰ مسلک اہل السنّت والجماعت کو ہی مدلل کیا ہے۔ آپ نے علمی محاسبہ غالباً پڑھا ہوا ہے۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں تو انبیائے کرام علیہم السلام سے ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش بھی صادر نہیں ہوسکتی البتہ اس کے علاوہ ان حضرات سے لغزش کا صدور ہوسکتا ہے لیکن بذریعہ وحی اس کی بھی اصلاح کردی جاتی ہے۔ لیکن ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں بھی انبیائے کرام علیہم السلام سے لغزش کا صدور ہوسکتا ہے بلکہ ہوا بھی۔ اور بندہ نے ان کے اسی عقیدہ فاسدہ کی اس کتاب میں تردید کی ہے۔ ہاں یہ شیعہ مذہب ہے کہ انبیائے کرام سے لغزش کا بھی صدور نہیں ہوتا اور آپ بھی اس مسئلہ میں شیعہ مذہب ہی کی تائید کررہے ہیں۔ العیاذ باللہ.

② آپ پر لازم تھا کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے کسی دائرہ میں بھی لغزش کے صدور نہ ہونے پر کوئی نقلی دلیل پیش کرتے اور اس بات کا حوالہ دیتے کہ یہ اہل السنّت والجماعت کا مسلک ہے؟ قرآن مجید کی بعض آیات میں انبیائے کرام علیہم السلام کی لغزش کا ذکر ہے (اور لغزش کوئی گناہ بھی نہیں جو عصمت کے منافی ہو) مثلاً:

آیت تحریم

قرآن مجید میں ہے:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پارہ ۲۸ سورۃ التحریم رکوع اوّل) "اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔ چاہتا ہے تو رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان" (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدتاً حلال و مباح سمجھتے ہوئے عہد کرلیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر مصلحتِ صحیحہ کی بنا پر ہو تو شرعاً جائز ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لیے اس طرح کا اُسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لیے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ ازواج کے ساتھ بے شک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے مگر اس حد تک ضرورت نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اٹھائیں۔ (علمی محاسبہ ص ۳۲۲)۔

اس پر بندہ نے یہ لکھا تھا کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ترکِ اولیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو تحریم حلال سے تعبیر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں قرآن مجید میں جو الفاظ: ظلم، ذنب، ضلال وغیرہ استعمال ہوئے ہیں ان کی بھی حقیقت مراد نہیں بلکہ صورت مراد ہے۔ وہ نہ صغیرہ گناہ ہیں نہ کبیرہ بلکہ انبیائے کرام کی عظمتِ شان کے پیش نظر وہ ایک زلت (یعنی لغزش) اور ترکِ اولیٰ ہے الخ (ایضاً ص ۳۲۲)

زلت یعنی لغزش کی حقیقت یہی ہے جو عرض کردی گئی ہے۔ اب اگر اس کو لغزش اور ترکِ اولیٰ بھی نہ مانیں تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں فرمایا کہ ''اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔'' باقی رہا یہ کہ منکرین حدیث اعتراض کریں گے تو وہ تو قرآن کے ان الفاظ پر بھی اعتراض کرسکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام کردیا تھا۔ کیا اس سے وہ یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شرعی حجت نہیں ہے تو ان کو آپ کیا جواب دیں گے؟

حضرت نانوتویؒ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

کبھی بھولے چوکے یا بتقاضائے محبت بھی انبیاء علیہم السلام سے مخالفت ہو جاتی ہے البتہ عمداً نہیں ہوتی۔ الحاصل گناہ وہ مخالفت ہے جو عمداً ہو اور باعث مخالفت اس کی محبت و عظمت نہ ہوئی ہو جس کی مخالفت کرتا ہے۔ اگر بوجہ نسیان یا بوجہ تقاضائے محبت و عظمت مخالفت سرزد ہو جائے تو پھر اس کو گناہ نہیں کہتے بلکہ زلت کہتے ہیں۔ جس کا ترجمہ لغزش ہے۔ الخ (مباحثہ شاہجہان پور ص ۳۶)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی راہ گیر راہ چلا جاتا ہے اور اس راہ کے ساتھ پتھر یا کیچڑ لگی ہو اور اس سے ٹھوکر کھائی یا پاؤں پھسل گیا۔ اسی سبب سے اس کو زلت کہتے ہیں۔ (تحفہ اثناعشریہ مترجم اردو ص ۳۰۸)

علامہ علی قاری محدث رحمۃ اللہ علیہ

علامہ علی قاریؒ محدث حنفی کی شرح فقہ اکبر میں ہے:

وقد كانت منهم اى من بعض الانبياء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلّاتٌ اى تقصيرات و خطياتٌ اى عشيرات بالنسبته الى حالهم مالهم من علىٰ المقامات وسُنى الحالات كما وقع لآدم فى اكله من الشجرة علىٰ وجه النسيان او ترك العزيمة واختيار الرخصة الخ.

اور بے شک ان (انبیاء) سے یعنی بعض انبیاء سے مراتب نبوت کے ظہور سے پہلے یا مناقب رسالت کے ثبوت کے بعد لغزشیں ہوئیں یعنی کوتاہیاں اور

خطائیں لغزشیں بہ نسبت ان کے بلند مقامات کے اور اعلیٰ حالات کے جیسا کہ حضرت آدم رضی اللہ عنہ سے ان کے درخت سے کھانے کی وجہ سے ہوا ہے بوجہ بھول یا عزیمت کے ترک کرنے اور رخصت کو اختیار کرنے کے۔ الخ

مندرجہ بالا عبارت میں خط کشیدہ الفاظ متن فقہ اکبر کے ہیں جو عموماً امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سمجھی جاتی ہے امام اعظم انبیائے کرام علیہم السلام کی زلّات یعنی لغزشوں کا اقرار کررہے ہیں۔ اور اس کی شرح میں حضرت علی قاری محدث حنفی اس کا مطلب واضح کررہے ہیں اور زلت ولغزش کا صدور ہونا اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔ اب خدا جانے مولوی مہر حسین شاہ صاحب ان عبارات کی کیونکر تردید کرتے ہیں؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

سہو ونسیان بر پیغمبر جائز است بلکہ واقع الخ (مکتوبات جلد دوم ص ۷۰ طبع قدیم مکتوب نمبر ۹۶)۔ ترجمہ ''سہو ونسیان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جائز بلکہ واقع ہے۔''

اس کے بعد اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں (جو مولوی مہر حسین شاہ صاحب موصوف نے بھی کیا ہے) کہ:

واعتماد از احکام شرعیہ برائے چہ مرتفع شود زیرا کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بوحی قطعی آں سرور را علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اطلاع بر سہو ونسیان اومی فرمودہ وصواب را از خطاء متمیز ساختہ۔ چہ تقریر نبی بر خطا مجوز نیست کہ مستلزم رفع اعتماد است الخ اور احکام شرعیہ سے اعتماد اس لیے نہیں اُٹھ سکتا کہ حق تعالیٰ قطعی وحی کے ذریعہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے سہو ونسیان پر اطلاع دے دیتا ہے اور صواب

وخطا میں تمیز کر دیتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا خطا پر قائم رہنا جائز نہیں ہے الخ۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ نے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سہو ونسیان اور خطا کا صدور ہونا تسلیم کر لیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی بیان کر دی ہے کہ سہو ونسیان وغیرہ پر قائم رہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی قطعی اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی مولوی مہر حسین شاہ صاحب اس عقیدہ اہل السنّت والجماعت پر اعتراض کرنے کی جسارت کریں گے؟ ایسا لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے ایک نیا شوشہ چھوڑنا تھا۔ تا کہ ناواقف لوگ شک وشبہ میں پڑ جائیں۔ واللہ الهادی

شیعہ بھی ترک اولیٰ کے قائل ہو گئے

حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت ثابت کرتے ہوئے شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو لکھتے ہیں:

آیات لَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (یعنی اس درخت کے قریب نہ جانا) میں جو نہی ہے وہ نہی تحریمی نہ تھی بلکہ تنزیہی تھی اور جناب آدم کا یہ اقدام کوئی گناہ وعصیان نہ تھا بلکہ صرف ترک اولیٰ تھا کہ فقط شیطان کے حلفیہ بیان پر اکتفا کر لی اور خدائے منان سے حقیقت حال دریافت نہ کی الخ

(تجلیات صداقت ص ۲۲۰)

اور میں نے بھی انبیائے کرام علیہم السلام پر لغزش یعنی ترک اولیٰ ہی کی نسبت کی ہے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی لغزش سے مراد ترک اولیٰ ہی لیا ہے جیسا کہ پہلے ان کی عبارت نقل کر چکا ہوں اور شیعہ مجتہد بھی ترکِ اولیٰ ہی لکھ رہے ہیں تو اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی بتائیں کہ ان کے لیے کونسا راستہ باقی رہ گیا ہے۔ علمی دینی بحث میں اتنا عناد تو نہیں کرنا چاہیے؟ واللہ الهادی

اہم سوال

یہاں سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی تعدیل کردی ہے اور اس وجہ سے وہ عادل ہیں تو پھر ان کو مطلقاً عادل کیوں نہیں تسلیم کرتے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ روایت حدیث نبوی میں وہ عادل ہیں۔ اور اس کے علاوہ ان کا عادل ہونا ضروری نہیں۔ تعدیل ربانی اور تعدیل نبوی میں تخصیص کے لیے کوئی نص بھی تو پیش کریں؟

اعتراض دوم کی بحث

مولانا لعل شاہ صاحب نے یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں لکھا ہے:

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۱ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوکر عنانِ حکومت ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کردیتے ہیں اور تادمِ زیست اس سے زیادہ کسی مسئلہ کو اہم نہیں سمجھا۔ جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دستکش ہوچکے تھے۔ کچھ صحابہ اثارتِ فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش ہوگئے۔ بعض کی آواز سفک دماء اور خونریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کررہ گئی۔ کچھ رؤسا مناصب کی وجہ سے مجبور تھے۔ بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کردی گئی اور بعض کو حرص وآز نے ایسا اندھا کردیا تھا کہ ملک کے طول وعرض میں رواں دواں اور استحکام ولایت یزید کے لیے کوشاں تھے۔ مناصب وعہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں۔ آخر ان کی سعی نامشکور بارآور ہوتی ہے اور یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہوچکی تھی پوری امت پر مسلط کردیا جاتا ہے...... الخ (استخلافِ یزید ص ۳۱۶)

میں نے استخلاف یزید کی منقولہ بالا عبارت پیش کرنے کے بعد لکھا تھا کہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اتنی بات تو صحیح ہے کہ اثارتِ فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے یزید کی خلافت قبول کر لی۔ لیکن اس کے بعد جو شاہ صاحب موصوف نے تبصرہ کیا ہے اگر اس سے مراد صحابہ کرام ہی کے افراد ہیں تو یہ اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے۔ شیعیت کی راہ یہیں سے کھلتی ہے اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی صحابہ کرام کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھنے کا مطلب یہی لیتے ہیں حالانکہ محققین اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام درجہ بدرجہ یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا کا مصداق ہیں۔ (اس کے برعکس) خارجیوں نے بھی یہی راستہ اختیار کیا ہے وہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا سیدنا کہہ کر ہی ان کے خلوص و تقویٰ کو مجروح کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۲۸)

اور ص ۴۲۸ کے حاشیہ پر بندہ نے لکھا تھا کہ:

بہر حال شاہ صاحب موصوف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جس طریق سے تنقید و مذمت کا ہدف بنایا ہے ناجائز ہے۔

میرے اس تبصرہ کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا قاضی صاحب نے خود بھی اپنی کتاب خارجی فتنہ کے ص ۴۲۹ پر اسی اعتراض کی یوں تصدیق کر دی ہے کہ: صحابہ کرام کے متعلق اتنی بات تو صحیح ہے کہ اثارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے یزید کی خلافت قبول کر لی۔''

قاضی صاحب۔ گستاخی معاف۔ مندرجہ بالا صحیح بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بخاری کا یہ لکھنا بالکل درست ہے کہ:

''جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے اور کچھ صحابہ اثارتِ فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش تھے اور بعض کی آوازیں سفکِ دماء اور خونریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئیں۔ کیونکہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے دل سے تو یہ بات نکلی کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دوں کہ

خلافت کے حق دار وہ ہیں جو تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کر چکے ہیں مگر خونریزی کے خوف سے بات زبان پر نہ آسکی۔ تو معلوم ہوا کہ حلقوم میں اٹک گئی تھی'' الخ (کھلی چٹھی ص ۱۷)

الجواب ① میرے نزدیک ''اثارتِ فتنہ'' کا مطلب یہ ہے کہ بعض صحابہ نے محض اس لیے یزید کی خلافت قبول کر لی کہ عدم بیعت کی وجہ سے جھگڑا بڑھے گا اور حامیانِ یزید اور مخالفین یزید کی باہمی جنگ کا نتیجہ ملک کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ یہ حالات کے تحت ان کی اپنی اجتہادی رائے تھی جس پر انہوں نے عمل کیا۔ لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے جو حضرت عبداللہ بن عمر کے متعلق یہ لکھا ہے کہ:

''بعض کی آوازیں سفکِ دماء اور خونریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئیں۔''

اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی جان کے خوف سے حق کی بات زبان سے باہر نہ نکالی۔ اگر بخاری صاحب کے نزدیک اس سے مراد بھی اثارت فتنہ کا خوف ہوتا تو اس کا ذکر تو وہ پہلے ان الفاظ میں لکھ چکے تھے کہ:

''کچھ صحابہ اثارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔''

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی انہی صحابہ میں شامل ہیں جو اثارتِ فتنہ سے بچنا چاہتے تھے۔ یہ ''حلقوم میں اٹک کر رہ گئیں'' کے الفاظ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی توہین پر مبنی نہیں ہیں؟

(ب) صحیح بخاری، (کتاب المغازی۔ باب غزوۃ الاحزاب) کی زیر بحث روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ والی خود بندہ نے بھی کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم میں پیش کی ہے۔ جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جس آزادیٔ انتخاب اور یزید کی خلافت پر عمومی رضامندی کا عباسی گروہ ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے بالکل غلط ہے۔ لیکن میں نے اس شوخیٔ تحریر کا ارتکاب نہیں کیا جو بخاری صاحب موصوف نے کیا ہے۔

③ حدیث بخاری کے حسب ذیل الفاظ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن

عمر رضی اللہ عنہ کے گلے میں حق بات اپنے کسی خوف کی وجہ سے اٹک کر نہیں رہ گئی تھی۔ بلکہ وہ اس اجتہادی طرز عمل سے جنت خریدنا چاہتے تھے۔ چنانچہ روایت میں ہے: فذکرت ما اعد الله لی فی الجنان پس میں نے ان نعمتوں کا خیال کیا جو اللہ نے جنتوں میں تیار کی ہیں اور خاموش رہا ہوں'' (استخلاف یزید ص ۲۹۷)

کاش کہ مولانا لعل شاہ بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت شان کو یہاں ملحوظ رکھتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صریح توہین

محمود احمد عباسی صاحب نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں ''خطابت یزید'' کے عنوان کے تحت ایک واقعہ لکھا ہے جس میں زیاد کی تقریر پر یزید نے تنقید کی ہے۔ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۸ کی نقل کردہ عربی عبارت کا ترجمہ جو عباسی صاحب نے لکھا ہے حسب ذیل ہے:

> یزید نے زیاد کو مخاطب کر کے کہا: اے زیاد اگر تم نے یہ سب کچھ کیا ہو تو ہم ہی تو ہیں جنہوں نے تم کو قبیلہ ثقیف کی ولاء تعلق حلیفی رشتہ سے ہٹا کر قریش میں ملایا اور قلم کی گھس گھس اور خدمت کاتب سے منبر حاکم تک پہنچایا اور زیاد فرزند عبید غلام سے حرب بن اُمیہ کے اخلاف میں شامل کر لیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر بیٹے سے کہا بس اب بیٹھ جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔ الخ

عباسی صاحب کی اس پیش کردہ روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا لعل شاہ صاحب بخاری لکھتے ہیں:

> حضرت معاویہ کے محبوب فرزند نے جسے عباسی صاحب الخطیب الاشدق ثابت کرنا چاہتے ہیں اپنے زور خطابت اور کمال فصاحت و بلاغت میں جہاں زیاد کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے فداک ابی و امّی کہہ کر بلائیں

لیتے ہیں ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے اور استلحاق زیاد کی ساری حقیقت صرف ایک فقرہ میں طشت از بام کردی۔ محمود عباسی نے اس فقرہ کی مدح میں کچھ نہیں کہا حالانکہ یہی فقرہ اصل اصیل ہے جو ساری عبارت میں محوری حیثیت رکھتا ہے اس فقرہ نے یہ حقیقت واضح کردی کہ زیاد اصل میں عبید غلام کا فرزند تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت نقل کر کے ابوسفیان کے ساتھ لاحق کردی۔ یزید کی زبانی بھی یہ کہانی معلوم ہوگئی کہ زیاد کو قضیہ استلحاق سے قبل زیاد ابن عبید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یزید جوش میں خدا جانے کیا کچھ کہہ جائے گا اور رازہائے سربستہ افشا ہو جائیں گے فوراً اجلس فداک ابی وامی فرماتے ہیں اور پھر ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کی توجیہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یزید نے اس سربستہ راز سے پردہ اٹھا دیا تھا۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یزید اس وقت ہوش میں تھا یا مدہوش۔ مگر ہم اس کی حق گوئی کی سو بار قدر کرتے ہیں کہ ؎

فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

مقصد یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بھی اس استلحاق کو سیاست ہی سمجھتا تھا۔ ورنہ نسب کا انتقال ظاہر ہے کہ ناممکن ہے الخ (استخلاف یزید ص ۱۵۵)

الجواب: ① روایت میں تو یہ الفاظ ہیں:

''پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر بیٹے سے کہا بس اب بیٹھ جاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان''۔

لیکن بخاری صاحب نے اس جملہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو طعن وتشنیع کا ہدف بنانے کی بنیاد بنالیا۔ اور خوب نمک مرچ لگا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تضحیک وتحقیر کردی۔

② بخاری صاحب کا جی چاہے تو حدیث بخاری کو قبول نہ کریں اور جی چاہے تو یزید

کی بات پر مکمل اعتماد کرلیں جس کو وہ فاسق و فاجر، ظالم اور شرابی وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ کیا یہی منصفانہ تحقیق ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جارحانہ حملہ کرنے کے باوجود پھر لکھ رہے ہیں کہ:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور خاندانی عظمت اسی کی متقاضی ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھا جائے اور قضیۂ استلحاق کو ان کی حق پسندی پر ہی محمول کیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہم عصر صحابہ بھی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تقویٰ حق پسندی کے شناسا تھے۔ انہوں نے بھی اس استلحاق کو قبول نہیں کیا الخ (استخلاف یزید ص ۱۴۴)

استلحاق زیاد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کا اختلاف اجتہادی تھا۔ آپ کو بھی اس کو اجتہادی اختلاف پر ہی محمول کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد تسلیم کر چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ یہ لکھ رہے ہیں کہ:

(یزید نے) ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا۔ اور آخر میں یہ فقرہ چست کرتے ہیں ؎

فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

③ مولانا لعل شاہ اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب دونوں استلحاق زیاد کے مسئلہ میں ہم زبان ہیں چنانچہ مودودی صاحب نے لکھا:

''زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی الخ (خلافت وملوکیت طبع اوّل ص ۱۷۵)۔

اسی سلسلے میں زیاد کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبر، منتظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا

مالک ثابت ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں الخ (ایضاً ص ۱۷۵)

اور مولانا لعل شاہ صاحب بھی زیاد میں یہ جوہر تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت معاویہ نے کونسے داعیہ کے تحت یہ اقدام کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی سیاست تھی کہ زیاد کو اپنے ساتھ ملالیں کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کا مدبر اور بے نظیر صلاحیتوں کا حامل تھا۔'' (استخلاف یزید ص ۱۴۳)

سوال یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حرامزادہ جاننے کے باوجود زیاد کی اتنی قدر شناسی کی تھی کہ اس کو اپنا معاون وسپہ سالار بنایا تھا؟ یا اس کو حلال زادہ قرار دیتے تھے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی محدثؒ نے اس سلسلے میں گواہوں کے نام درج کیے ہیں اور منذر کی یہ شہادت نقل کی ہے:

انه سمع علیا اشهدان ابا سفیان قال ذلک الخ منذر نے یہ شہادت دی کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان نے یہ کہا تھا (کہ زیاد میرا بیٹا ہے)۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۳، ص ۴۲، ۴۳)

اصابہ کی یہ مکمل عبارت میں نے اپنی کتاب مودودی مذہب میں درج کردی ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی رائے کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آج کل اس طرح مطعون کرنا بڑی بدنصیبی ہے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی توہین

مولانا لعل شاہ بعنوان: ''حضرت ابوسفیان کی داستان'' لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آمدورفت عموماً طائف میں ہوتی تھی۔ قبل از اسلام ایک بار اپنی بعض حاجات کے لیے جب طائف آئے تو ابومریم السلولی

کے ہاں مہمان ہوئے۔ شراب نوشی کی۔ اپنے اندر قربت مرء ۃ (یعنی عورت) کے تقاضے کو شدت سے محسوس کیا۔ کہ ایک عرصہ غروبت سے گزرا تھا یعنی کچھ عرصہ کسی عورت کے قریب نہیں ہوئے تھے۔ اپنے میزبان سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا ھل لک فی سُمیة امرأة عبید آیا سُمیۃ امرأۃ عبید سے کچھ رغبت ہے کہنے لگے وہ رغبت کے قابل تو نہیں مگر اسے ہی لے آؤ۔ ھاتھا فوقع بھا پس ابوسفیان اُسی کے ساتھ ہمبستر ہوا۔

(تہذیب ابن عساکر ج ۵، ص ۴۰۹۔ تاریخ الاسلام للذھبی ج ۲ ص ۲۷۹)۔

ابن خلدون کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اس وقوعہ کے متعلق لکھتے ہیں: فاصابھا بنوع من انکحة الجاھلیة وہ ایک قسم کا نکاح تھا جو جاہلیت میں رواج پذیر تھا۔ اور دوسرے مؤرخین نکاح کا تذکرہ نہیں کرتے الخ۔

پھر بخاری صاحب نے علامہ ابن خلدون کی توجیہ کا جواب دیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ خود بھی زمانہ جاہلیت کے مختلف قسم کے نکاحوں کا وجود تسلیم کرتے ہیں:

اس اشکال کو اس طرح حل کیا جاسکتا ہے کہ جاہلیت میں چند قسمیں نکاح کی ایسی تھیں جو اسلام نے منسوخ کردیں چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کا تذکرہ صحیح بخاری میں ہے اور الاعتصام للشاطبی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ الخ (استخلاف یزید ص ۱۳۶، ۱۴۰)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ فتح مکہ پر اسلام لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اسلام قبول فرمایا اور آپ کے گھر کو امان گاہ قرار دیا۔ اور اسلام وہ عظیم نعمت ہے کہ پہلے سارے گناہ اس سے معاف ہوجاتے ہیں۔ پھر تاریخی روایات، چھانٹ چھانٹ کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو زانی اور شرابی ثابت کرنا یہ کونسی اسلامی خدمت اور شرفِ صحابیت کی پاسداری ہے؟

سبِّ علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین

ابوالاعلیٰ مودودی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مجروح کرنے کے لیے دوسرے مطاعن کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ:

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد ان کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھاؤنا فعل تھا۔'' (خلافت وملوکیت ص ۱۷۴ طبع اول)۔

میں نے ''مودودی مذہب میں'' مودودی صاحب کی اس عبارت پر مختصر تبصرہ کیا ہے اور بعض دوسرے علماء نے بھی جوابات دیے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دام مجدہم (جسٹس سپریم کورٹ پاکستان) نے اپنی کتاب: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق'' میں مودودی صاحب کے اعتراضات کا حسب ضرورت مدلل جواب دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ہے۔ لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے بجائے دفاع کے مودودی صاحب کے اعتراضات کی تائید کی ہے۔ گویا کہ مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' متن ہے اور ''استخلاف یزید'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو تنقید و جرح کی ہے یہ اس کی شرح ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

چنانچہ مولانا لعل شاہ صاحب بعنوان: انقضائے خلافت راشدہ کی چوتھی دلیل کے تحت لکھتے ہیں:

① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ناصبیت کو فروغ حاصل ہوا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برملا سب وشتم کیا جانے لگا۔ اس سلسلہ میں تاریخ کی مبالغہ آمیز روایات سے صرفِ نظر کر کے کتب احادیث کی صحیح ترین روایات اور قابلِ اعتماد اہل تحقیق کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری الخ

اس کے بعد مولانا لعل شاہ صاحب نے ص ۲۱۷ سے ص ۲۳۰ تک سات روایات پیش کی ہیں۔ جن سے سبِ علی رضی اللہ عنہ ثابت کیا ہے۔ اور مولانا تقی صاحب عثمانی نے سبِ کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کا جواب دیا ہے۔ آخر میں بعنوان ''ایک انوکھا استدلال'' لکھتے ہیں:

جناب تقی صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت وتطہیر میں لکھتے ہیں: اس کے برعکس اس جستجو کے دوران ایسی متعدد روایات ہمیں ملی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ سے اختلاف کے باوجود ان کا اس قدر احترام کرتے تھے (ان متعدد روایات میں سے ایک روایت یہ ہے) جو تقی صاحب نے دوسرے نمبر پر ذکر کی ہے۔ (استخلاف یزید ص ۲۳۰)۔

پھر مولانا لعل شاہ بخاری نے اس کا تو جواب دیا ہے۔ لیکن جناب مولانا محمد تقی عثمانی نے جو بعض ایسے حوالجات پیش کیے ہیں جن سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل تسلیم کرتے تھے۔ ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مثلاً روایت نمبر (۱) حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں:

لما جاء خبر قتل علیؓ اِلی معاویة جعل یبکی. فقاله امرأته أتبکیه وقد قاتلته فقال ویحک انک لاتدرین مافقد الناس من الفضل والفقه والعلم (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۳۰)

ترجمہ: جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر ملی تو وہ رونے لگے۔ ان کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ آپ اب ان کو روتے ہیں حالانکہ

زندگی میں ان سے لڑ چکے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے علم و فضل اور فقہ سے محروم ہو گئے۔

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

یہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے یہ اعتراض تو کیا کہ اب آپ انہیں کیوں روتے ہیں جبکہ زندگی میں ان سے لڑتے رہے لیکن یہ نہیں کہا کہ زندگی میں تو آپ ان پر سب و شتم کی بوچھاڑ کیا کرتے تھے" (حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۲۵)

روایت نمبر ③: علامہ ابن اثیر جزریؒ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جو آخری خطبہ نقل کیا ہے اس میں ان کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ:

لن یاتیکم من بعدی الامن انا خیرٌ منه کما ان من قبلی کان خیراً منی.

میرے بعد تمہارے پاس (جو خلیفہ) بھی آئے گا میں اس سے بہتر ہوں گا جس طرح مجھ سے پہلے جتنے (خلفاء) تھے مجھ سے بہتر تھے۔"

(کامل ابن اثیر ص ۲ ج ۴)۔

روایت نمبر ④: علامہ ابن عبد البرؒ نے نقل کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے اصرار کے ساتھ ضرار صدائی سے کہا۔ میرے سامنے علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ ضرار صدائی نے بڑے بلیغ الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی تعریفیں کیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سنتے رہے اور آخر میں رو پڑے پھر فرمایا۔ رحمه الله ابا الحسن رضی اللہ عنہ کان واللّٰه کذلک: "اللہ ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ ج ۳، ص ۴۳-۴۴)

روایت نمبر ⑤: نیز حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مختلف فقہی مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کے ذریعہ معلومات حاصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ان کی وفات کی خبر پہنچی تو

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذهب الفقه والعلم بموت ابن ابی طالب
''ابن ابی طالب کی موت سے فقہ اور علم رخصت ہو گئے۔

(الاستیعاب تحت الاصابہ ج ۳، ص ۴۵)

یہ روایات نقل کرنے کے بعد مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

غرض اس جستجو کے دوران ہمیں اس قسم کی تو کئی روایات ملیں لیکن کوئی ایک روایت بھی ایسی نہ مل سکی جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کیا کرتے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ مولانا مودودی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام کس بنیاد پر کس دل سے عائد کیا ہے؟ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۶-۲۷)۔

مولانا لعل شاہ بخاری نے مولانا تقی صاحب عثمانی کی مندرجہ چار روایات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل کو تسلیم کرتے تھے تو اس کے بعد کیا کوئی صاحب عقل و انصاف آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سبّ و شتم کرنے تھے یا اس کا دوسروں کو حکم دیتے تھے؟ البتہ روافض ان روایات کا یہ جواب دیں گے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ تعریفی کلمات منافقانہ ہوتے تھے نہ کہ مخلصانہ۔ اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی بتائیں کہ وہ اپنا نام کس کھانہ میں رکھنا چاہتے ہیں؟

مولانا لعل شاہ کا بیجا تعصب

مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

قارئین کو شاید تعجب ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجالسین و زائرین حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ جو جنگ پر

پوری قدرت رکھنے کے باوجود محض تحفظِ دمآء مسلمین کی خاطر خلافت سے دستبردار ہوئے اور عنان حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی تھی۔

ابوداؤد کتاب اللباس کی ایک روایت ہماری دعوے کی تصدیق کرتی ہے ملاحظہ ہو: عن بحيرة بن خالد قال وفد المقدام بن معد يكرب و عمرو بن الاسد و رجل من بنی اسد معاويه رضی اللہ عنہ بن ابی سفيانؓ فقال معاوية للمقدام أعلمت ان الحسنؓ بن علی توفی فرجع المقدام فقال فلان أتعدها مصيبة فقال له لم لا اردها مصيبة وقد وضعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فی حجره فقال هذا منی و حسينؓ من علیؓ فقال الاسدی جمرة اطفأها الله الخ۔

(ابوداؤد جلد دوم ص ۲۱۴) (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۳۲۲)

بحیرۃ بن خالد فرماتے ہیں کہ مقدام بن معدیکرب اور عمرو بن الاسود اور بنی اسد کا ایک شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام کو کہا کہ تجھے کچھ علم ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ فوت ہو چکا ہے۔ حضرت مقدام نے انا لله و انا اليه راجعون کہا۔ فلاں شخص نے سوال کیا۔ آیا تو وفات حسن کو مصیبت سمجھتا ہے کہ انا لله کہہ رہا ہے؟ حضرت مقدام نے فرمایا: ہاں۔ میں کیوں مصیبت نہ سمجھوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں لے کر فرمایا۔ یہ مجھ سے ہے اور حسین رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے ہے پس اس رجل اسدی نے کہا وہ ایک چنگاری تھے جس کو اللہ نے بجھا دیا“...... اس روایت میں راوی نے مسامحت سے کام لیا اور (اتعدها مصيبة) کے سائل اور ”جمرة اطفأها الله کے قائل دونوں کی پردہ پوشی کی کیونکہ ان کی گفتگو بے انتہا نفرت انگیز تھی۔ لیکن آنکھیں بند کرنے سے حقیقتیں مستور نہیں ہوا کرتیں أتعدها مصيبة کے قائل یقیناً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ رجل اسدی کا قول برائے طلب تقرب و رضائے معاویہ تھا

جیسا کہ شراح حدیث نے بیان کیا ہے۔ شاید اسی لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرزنش نہیں کی شاید وہ یہ سمجھے کہ جب محفل میں سارے شامی ہیں تو اب ظاہر داری کا فائدہ۔

ہر بیشہ گماں مبرکہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بن معدیکرب پر اللہ کی رحمت ہو کہ انہوں نے حق گوئی کا حق ادا کردیا۔ رضی اللہ عنہ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفلِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عنادلِ خوش گلو کی نوا سنجی سے وابستہ تھی۔ لیکن کبھی کبھی مقدام بن معدیکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کردیتی ہے۔ راوی نے رجل اسدی کے نام کا اظہار نہیں کیا ہمیں بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہم بھی بے نام لیے کہتے ہیں ؎

جو شقی حسنؓ بن علیؓ کو جمرۃ من نار کہتے ہیں
اللہ کی ہو پھٹکار ان پر ہم سو بار کہتے ہیں

(استخلاف یزید ص ۲۳۲-۲۴۴)

تبصرہ

مولانا لعل شاہ صاحب نے مذکورہ روایت کا باقی حصہ نہیں لکھا جو حسبِ ذیل ہے:
قال فقال المقدام اما انا فلا ابرح الیوم حتی اغیّظک و اُسمعک ماتکرہ ثم قال یا معاویۃؓ ان انا صدقت فصدّقنی وان انا کذبت فکذبنی قال افعل. قال فانشدک باللہ ھل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن لبُس الحریر قال نعم. قال فانشدک باللہ ھل تعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن لبُسن جلود السّباع والرکوب علیھا قال نعم. قال فواللہ لقد رأیت ھذا

کله فی بیتک یا معاویةؓ فقال معاویة قد علمت انی لم انجومنک یامقدام. قال خالد فامرله معاویة بمالم یا مرلصاجیه وفوض لابنه فی المئین ففرّقها المقدام علی اصحابه قال ولم یعط الاسدی احداً شیئاً مما اخذ فبلغ ذلک معاویة فقال اما المقدام فرجل کریم بسط یده واما الاسدی فرجل حسن الامساک لشیئه.

(ایضاً ابوداؤد ج ۲،ص ۲۱۴۔ ناشران ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)۔

عمرو بن عثمان۔ بقیہ بجیر۔ خالد سے روایت ہے کہ مقدام بن معدیکرب اور عمرو بن الاسود اور ایک شخص بنی اسد میں سے جو قنبرین کا رہنے والا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کے پاس آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مقدام رضی اللہ عنہ سے۔ کیا تم کو خبر ہوگئی حسن بن علی (یعنی حضرت امام حسن) کا انتقال ہوگیا۔ مقدام نے یہ سن کر انا لله وانا الیه راجعون کہا۔ اس میں وہ شخص بولا۔ کیا یہ بھی تم کوئی مصیبت سمجھے (یعنی انا لله وانا الیه راجعون تو مصیبت کے مقام پر پڑھا جاتا ہے) مقدام نے کہا میں کیونکر اس کو مصیبت نہ سمجھوں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا یہ میرا بچہ ہے (یعنی مجھ پر پڑا ہے کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے) اور حسین علی رضی اللہ عنہ کے بچے ہیں۔ یہ سن کر اسدی شخص (معاویہ رضی اللہ عنہ کے خوش کرنے کے لیے) بولا (معاذ اللہ) ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا۔ مقدام نے کہا لیکن میں تو آج کے دن بغیر تم کو غصہ دلائے ہوئے اور برا بھلا سنائے ہوئے نہ رہوں گا۔ پھر کہا اے معاویہ اگر میں سچ کہوں تو مجھے سچا کہنا اور جو جھوٹ بولوں تو جھوٹا کہنا۔ معاویہ نے کہا اچھا میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا۔ بھلا قسم خدا کی۔ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ منع کرتے تھے سونا پہننے سے۔ معاویہ نے کہا ہاں سنا ہے پھر مقدام نے کہا بھلا قسم خدا کی تم جانتے ہو کہ منع کیا آنحضرت نے ریشمی کپڑا پہننے سے۔ معاویہ نے کہا ہاں۔ مقدام نے کہا بھلا قسم اللہ کی تم جانتے ہو کہ منع کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھالیں پہننے سے اور ان

پر سوار ہونے سے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ مقدام نے کہا پھر قسم خدا کی میں تو تمہارے گھر میں یہ سب کچھ دیکھتا ہوں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ سے نجات نہ پاؤں گا۔ خالد نے کہا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم کیا۔ مقدام کو اتنا مال دینے کا جتنا اور ان کے دو ساتھیوں کو نہ دیا۔ اور ان کے بیٹے کا حصہ مقرر کیا، دو سو والوں میں۔ مقدام نے وہ مال اپنے ساتھیوں کو بانٹ دیا اور اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا۔ مقدام تو ایک سخی شخص ہے جس کا ہاتھ کھلا ہوا ہے اور اسدی اپنی چیز کو اچھی طرح روکتا ہے۔'' (ترجمہ علامہ وحید الزمان۔ ابوداؤد شریف مترجم اردو جلد سوم ص ۲۷۲۔ ناشر اسلامی اکادمی، ۱۷، اردو بازار لاہور)۔

مولانا لعل شاہ کی سند سے جہالت

مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے اس روایت کی سند اس طرح لکھی ہے۔ عن بحیرۃ بن خالد اور اُردو ترجمہ بھی یہ کیا ہے: ''بحیرہ بن خالد فرماتے ہیں۔'' حالانکہ بحیرہ بن خالد اس روایت کی سند میں کوئی راوی نہیں ہے۔ اس سند کے تین راوی یعنی بقیہ۔ بحیرا اور خالد جدا جدا شخصیتوں کے نام ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں اس روایت کی سند یوں لکھی ہے **حدثنا عثمان بن سعید الحمصی نابقیة عن بحیر عن خالد** (ص ۲۱۴) یہاں ان تینوں راویوں کی ولدیت مذکور نہیں جو حسبِ ذیل ہے۔ بقیۃ ابن ولید۔ بحیر بن سعد۔ خالد بن معدان۔ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں اس تیسرے راوی خالد کی ولدیت بجائے معدان کے مہران لکھی ہے (ملاحظہ ہو۔ تہذیب التہذیب لحافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ و میزان الاعتدال للذہبیؒ) لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے بحیر بن خالد لکھ کر بحیر کو خالد کا بیٹا بنا لیا۔ حالانکہ وہ سعد کا بیٹا ہے۔ اور ترجمہ میں بھی بحیر بن خالد ہی لکھا ہے اس لیے اس کو کتابت کی غلطی نہیں کہہ سکتے۔ یہ وہی بخاری صاحب ہیں جو صحیح بخاری کی روایات پر بھی بلا تامل جرح کر دیتے ہیں۔ لیکن ابوداؤد کی اس سند کو سمجھ نہیں سکے۔

② مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اس روایت میں راوی نے مسامحت سے کام لیا اور أتعدها مصيبة کے سائل اور جمرة اطفأها الله کے قائل دونوں کی پردہ پوشی کی ہے کیونکر ان کی گفتگو بے انتہا نفرت انگیز بھی تھی لیکن آنکھیں بند کرنے سے حقیقتیں مستور نہیں ہوا کرتیں أتعدها مصيبة کے قائل یقیناً حضرت معاویہ ہیں۔

الجواب ① جب آپ اس راوی کو بجائے حق گو کے حق پوش سمجھتے ہیں تو پھر ایسے راوی کی روایت پر آپ اعتماد کیوں کر رہے ہیں؟ اور بالفرض اگر اس نے پردہ پوشی کی ہے تو آپ کو پردہ فاش کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے جس کی وجہ سے آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ سائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے؟ اور ان کی بات کو بلا جھجک انتہائی نفرت انگیز قرار دے رہے ہیں۔ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے رفیع الشان صحابی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مجروح کرنا آپ کے مسلک کا تقاضا ہے؟

② روایت کے زیر بحث الفاظ فقال له فلان أتعدها مصيبة. (پس حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو فلاں شخص نے کہا کہ کیا آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کو مصیبت سمجھتے ہیں) کے تحت محدث العصر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری لکھتے ہیں:

"ولعله الرجل الاسدی او غيره شاید یہ بات کہنے والا وہ مرد اسدی ہے یا کوئی اور۔" (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ششم ص ۶۴ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان)

اور قرینہ بھی یہی ہے کہ غالباً اس بات کا قائل وہی مرد اسدی ہے جس نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کے جواب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ وہ ایک چنگاری تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا۔

③ مولانا لعل شاہ صاحب اپنی کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک رفیع الشان صحابی اور مجتہد قرار دے چکے ہیں (استخلاف یزید ص ۱۱۳) تو کیا ایک رفیع الشان اور مجتہد صحابی کا اسلامی کردار اسی قسم کا ہوگا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع پر ...

ایک دوسرے صحابی حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو اتنی بات پر اعتراض کر دیا۔

④ یہ وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جن سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی تھی اور اپنی خلافت ان کے حوالہ کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ شیعہ روایات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

(ملاحظہ ہو۔ جلاء العیون حصہ اوّل مؤلفہ علامہ باقر مجلسی ورجال کشی مطبوعہ کربلا ص۱۰۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لاکھوں روپے وظیفہ لیا

اور یہ وہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لاکھوں روپے وظیفہ لیتے رہے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر مفسر ومحدث لکھتے ہیں:

وحاصل ذلک انه اصطلح معاوية على ان يأخذ ما فى بيت المال الذى بالكوفة. فوفى له معاوية بذلک فاذا فيه خمسة آلاف الف وقيل سبعة الا لف الف الخ۔ (البدایہ والنہایہ جلد۸ ص۱۴۱ مطبع بیروت)۔

اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ یعنی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ ان کو دیا جائے گا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ شرط پوری کر دی۔ تو کوفہ کے بیت المال میں ۵۰ لاکھ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ستر لاکھ درہم نکلے۔

② حافظ ابن حجر عسقلانی محدث لکھتے ہیں: **قدم الحسن بن علی علیٰ معاوية فقال لاجيزينک بجائزة ما اجزت بها احداً بعدک فاعطاه اربعمأة الف"** (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد اوّل ص۳۳۰ طبع بیروت) یعنی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو اتنا وظیفہ دوں گا کہ نہ اس سے پہلے کسی کو دیا

ہے اور نہ اس کے بعد کسی کو دوں گا۔ پھر آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ۴ لاکھ درہم عطا کیے۔

③ واجری ٭ یه معاویة فی کل سنة الف الف درهم وعاش الحسن بعد ذلک عشر سنین." (ایضاً الاصابۃ) اور حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کے لیے سالانہ دس لاکھ درہم مقرر کیے اور اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ دس سال زندہ رہے۔

اب اندازہ لگائیں کہ اس دس سال کے عرصہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کتنا مال حاصل کیا۔

④ حافظ بدرالدین عینی محدث حنفیؒ لکھتے ہیں: واجاز معاویة الحسن بن علی رضی اللہ عنہ بثلثمأة الف والف ثوب وثلاثین عبد او مأة جمل ثم انصرف الحسن المدینة الخ (عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۳ص ۲۸۳ مطبع بیروت) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ درہم اور ایک ہزار کپڑے۔ تیس غلام اور ایک سو اونٹ عطا کیے۔

شیعہ بھی وظائف معاویہ رضی اللہ عنہ کا اقرار کرتے ہیں

اور شیعہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان وظائف وعطیات کا انکار نہیں کر سکے۔ چنانچہ ان کے رئیس المحدثین مُلا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

قطب راوندی نے جناب صادق سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن نے امام حسین وعبداللہ بن جعفر سے فرمایا کہ جائزہ (یعنی وظیفہ) معاویہ کی جانب سے پہلی تاریخ تمہیں پہنچے گا، جب پہلی تاریخ ہوئی جس طرح حضرت نے فرمایا تھا جائزۂ معاویہ پہنچا اور امام حسن بہت قرضدار تھے۔ جو کچھ حضرت کے لیے اس نے بھیجا تھا اس سے اپنا قرضہ ادا کیا اور باقی اہل بیت اور اپنے شیعوں میں تقسیم

کر دیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا قرضہ ادا کیا اور جو کچھ باقی رہا اس کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ اہل بیت اور شیعوں کو دیا اور دو حصے اپنے عیال کے لیے بھیجے اور عبداللہ بن جعفر نے اپنا قرض ادا کیا اور جو باقی بچا وہ معاویہ کے ملازم کو انعام میں دیا اور جب یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی اس نے عبداللہ بن جعفر کے لیے بہت مال بھیجا۔ (جلاء العیون مترجم جلد اوّل مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۵۸، ۲۵۹)

اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی فرمائیں کہ کیا اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خیر خواہی ثابت نہیں ہوتی؟ اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست تھی تو سوال یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت نے (جو ارشاد نبوت کے تحت (مع حضرت حسین رضی اللہ عنہ) جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے دس سال کے عرصہ میں کروڑوں درہم وصول کیے ہیں اور وہ بھی اس بیت المال سے جس کے متعلق حضرت مولانا لعل شاہ صاحب اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب دونوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کا تصرف ناجائز طور پر کرتے تھے العیاذ باللہ! تو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرعی پوزیشن کیا رہے گی جنہوں نے آپ سے اتنا مال وصول کیا؟ مقام غور ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس غیر اسلامی سیاست کے سامنے کیوں ہتھیار ڈال دیے؟ کیا اس سلسلے میں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت و امانت کو مجروح قرار دے کر یزیدی گروہ کا جواب دے سکتے ہیں؟ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم الشان پیش گوئی کے تحت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی مصالحت اور پھر حضرت حسن کی طرف سے کروڑوں درہم وصول کرنے کے طرز عمل نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرافت، خیر خواہی اور دیانت و امانت جیسے اخلاق عالیہ کی پوری تصدیق کر دی ہے اور سابقہ جو مشاجرات و محاربات اجتہادی نوعیت کے تھے اور جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا سرزد ہوگئی تھی اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایک قسم کی بدظنی کی گنجائش نکل سکتی تھی۔

حق تعالیٰ کی طرف سے یہ سارے انتظامات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کے لیے تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین. اور یہی جمہور اہل السنّت والجماعت کا مسلک حق ہے۔

حضرت غوث اعظم کا ارشاد

فخر سادات امام الاولیاء غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وفات پا جانے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ترک کر دینے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور ثابت ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلمانوں میں فتنہ اور فساد اٹھے گا اور خونریزی ہوگی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایسا کرنے سے رسول مقبول کا قول بھی سچا ہوگیا جو آپ نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا یہ فرزند سردار ہے ان کے وسیلے سے خداوند تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو خلافت پہنچی تھی وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینے سے پہنچی تھی اور جس سال یہ خلافت مقرر ہوئی تھی اس کا نام سال جماعت رکھا گیا تھا۔ کیونکہ اس میں سب لوگوں کے درمیان اتفاق ہوگیا تھا اور مخالفت درمیان سے اٹھ گئی تھی اور سب نے اتفاق سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری قبول کی اور اس موقع پر دونوں فریق ہی دعویدار تھے کوئی تیسرا فریق موجود نہ تھا کہ مخالفت کرتا اور جو دونوں گروہ حاضر تھے ان کی آپس میں صلح ہوگئی تھی۔'' (غنیۃ الطالبین مترجم اردو ص ۱۱۹)

اور میں نے یہی عبارت اپنی کتاب بشارت الدارین ص ۸۲ پر درج کی ہے۔

حضرت پیرانِ پیر کی اس تصریح کے بعد بھی کوئی سید گیلانی ہو یا بخاری، حسنی ہو یا حسینی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کر سکتا ہے؟

کیا حضرت مقدام بھی جھک گئے

روایت کے آخری حصہ میں (جس کو مولانا لعل شاہ صاحب چھوڑ گئے ہیں) مذکور ہے کہ:

خالد نے کہا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم کیا مقدام رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دینے کا جتنا اور ان کے دو ساتھیوں کو نہ دیا اور ان کے بیٹے کا حصہ مقرر کیا دو سو والوں میں۔ مقدام رضی اللہ عنہ نے وہ مال اپنے ساتھیوں کو بانٹ دیا اور اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا۔ یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا مقدام رضی اللہ عنہ تو ایک سخی شخص ہے جس کا ہاتھ کھلا ہوا ہے اور اسدی اپنی چیز کو اچھی طرح روکتا ہے۔" (ابوداؤد مترجم وحید الزمان جلد سوم ص ۲۷۲)۔

فرمائیے! حضرت مقدام رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں ان کے ساتھ جو آئے ہیں یعنی حضرت عمرو بن الاسود تابعی ہیں بلکہ مخضرم ہیں اور مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

"جس مسلمان نے عہد نبوت پایا اور ملاقات نہیں کر سکا اصطلاح محدثین میں اس کو مخضرم کہتے ہیں۔ گویا یہ صحابی اور تابعی کے مابین ایک درمیانی درجہ ہے۔" (استخلاف یزید ص ۴۲)

تیسرا ایک اسدی شخص ہے۔ ان تینوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال عطا کیا ہے۔ بلکہ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا حصہ بھی دو سو مقرر کر دیا۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے اپنا بھی حصہ لیا اور اپنے بیٹے کا بھی۔ اور حضرت عمرو بن الاسود نے بھی اپنا حصہ لے لیا جن کا درجہ تابعی سے بڑا ہے پھر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وہ عطیہ اپنے احباب پر تقسیم کر دیا البتہ ناراضگی کی وجہ سے اس مرد اسدی کو نہ دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام کی سخاوت کی تعریف کی اور مرد اسدی کی کنجوسی کا اقرار کیا۔ یہ ہے اس روایت کا

ماحصل۔ جس کو مولانا لعل شاہ صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدف طعن بنانے کے لیے پیش کیا ہے۔ اور بڑے جارحانہ انداز میں یہ لکھا ہے کہ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عنادل خوش گلو کی نوا سنجی سے وابستہ تھی لیکن کبھی کبھی مقدام بن معدیکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کر دیتی تھی اور اس سے پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ: رجل اسدی کا قول برائے طلب تقرب و رضائے معاویہ رضی اللہ عنہ تھا جیسا کہ شراح حدیث نے بیان کیا ہے شاید وہ یہ سمجھے کہ جب محفل میں سارے شامی ہیں تو اب ظاہر داری کا فائدہ مگر ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

حضرت مقدام بن معدیکرب پر اللہ کی رحمت ہو کہ انہوں نے حق گوئی کا حق ادا کر دیا رضی اللہ عنہ الخ (استخلاف یزید ص ۲۳۳)

غلط بیانی کی حد ہو گئی

مولانا لعل شاہ صاحب کا یہ لکھنا کہ: شاید وہ (حضرت معاویہؓ) سمجھے کہ جب محفل میں سارے شامی ہیں تو اب ظاہر داری کا فائدہ "نرا اتہام ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو وفد آیا ہے، ان میں ایک صحابی ہیں دوسرے تابعی اور تیسرا شخص اسدی ہے (جس کا نام روایت میں مذکور نہیں) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع دی جس پر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا الخ تو کیا اس کے باوجود بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھ رہے تھے کہ محفل میں سارے ہی شامی ہیں۔ حالانکہ بات ایک صحابی سے ہو رہی ہے جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے معتقد اور حامی ہیں۔ اور وہاں دوسرے وہ بزرگ ہیں جو تابعین میں بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود مولانا لعل شاہ صاحب کا یہ شعر یہاں چسپاں کرنا کہ

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

کس قدر لغو ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ''یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ ہر جنگل خالی ہوگا (اور تیرے مقابلے میں کوئی نہیں آئے گا) ممکن ہے وہاں کوئی چیتا سویا ہوا ہو جس کا تجھے علم نہ ہو۔''

② اور پھر یہ لکھا کہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ:

''محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے نادل خوش گلوئی نواخی سے وابستہ تھی۔''

عجیب و غریب نوا سنجی ہے۔ حالانکہ اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک صحابی موجود تھے اور ایک مخضرم (تابعی سے اوپر درجہ والے) ان کے علاوہ ایک تیسرا شخص مرد اسدی تھا۔ یہ تیسرا تو کوئی لغو آدمی ہی ہے لیکن پہلے دو بزرگوں کو مولانا لعل شاہ صاحب کیا سمجھتے ہیں؟ کیا صحابہ اور تابعین جس محفل میں ہوں وہ قابل تحقیر و استہزا ہوتی ہے؟

③ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے حق گوئی کا فریضہ ادا کر کے اس کے صلہ میں اپنے اور اپنے بیٹے کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار سے انعام و اکرام حاصل کر لیا۔ اور لینے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت مقدام نے عطیہ وصول کرنے کے لیے ہی تو حق گوئی کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا ورنہ اگر ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی صحیح شرعی اعتراض کرنا مقصود ہوتا تو آپ اپنا اور اپنے بیٹے کا انعام کسی طرح بھی قبول نہ کرتے۔ تو اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

علاوہ ازیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ جب اس مرد اسدی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ گستاخانہ الفاظ استعمال کیے کہ وہ ایک چنگاری تھی جس کو اللہ نے بجھا دیا تو اس پر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کوئی زجر و توبیخ نہیں کی البتہ ناراضگی کا صرف

اتنا اظہار کیا کہ اس کو اپنے مال میں سے کچھ نہ دیا۔ اور پھر یہ گستاخ شخص خود اُن کے ساتھ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا تھا۔ یہ نہیں کہ وہ پہلے دربار معاویہ رضی اللہ عنہ کی زینت بنا ہوا تھا۔ تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کی الزام تراشی کا فائدہ؟...... زیر بحث روایت اور اس کے قرائن سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرعی حیثیت سے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ناراضگی نہ تھی ورنہ وہ آپ کے عطیات کو بالکل قبول نہ کرتے۔ وہ تو دونوں جلیل القدر صحابی تھے۔ اس حیثیت سے آپس میں کوئی بے تکلفی کی بات ہوگئی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں باقی رہا۔ ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کہ: فواللہ لقد رأیت ھذا کلہ فی بیتک یا معاویۃ رضی اللہ عنہ۔"

"بخدا اے معاویہ میں نے یہ سب آپ کے گھر میں دیکھا ہے۔"

یعنی ریشم پہننا، سونا استعمال کرنا اور درندوں کی کھالوں کا لباس وغیرہ۔ روایت کے مذکورہ الفاظ کے تحت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای علی اھلک فیہ انمافے بیت الآدمی من مکروہ او حرام منسوب الی مالکہ فی کونہ لاینکرہ (بذل المجہود جلد ششم ص ۶۵)

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے مراد آپ کے اہل وعیال ہیں۔ کیونکہ اگر آدمی کے گھر میں کوئی چیز مکروہ یا حرام ہو تو اس کو مالک مکان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ نکیر نہیں کرتا۔

(ب) روایت کے ان الفاظ کے تحت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔" حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ لابأس بافتراش الحریر والنوم علیھا وکذا الوسادۃ والمرافق والبسط والستور اذا لم یکن فیھا تماثیل. وقالا یکرہ جمیع ذلک وحاصلہ ان النھی محمول علی التحریم عندھما

وعنده علی التنزيه. كان الامام ماحصل له دليل قطعي على كون النهي للتحريم والنصوص على تحريم لبُس الحرير لايشمله لان القعود لايطلق عليه لبسه فلهذا حكم بالتنزيه وهذا من ورعه في الفتوىٰ واما عمله بالتقوىٰ فمشهور لايخفیٰ الخ۔

(التعلیق المحمود علی سنن ابی داؤد)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ریشم کے بچھونے اور اس پر سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح ریشم کے تکیے اور بچھونے اور پردے ان میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان پر تصویریں نہ ہوں اور صاحبین (یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ سب کام مکروہ ہیں۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور امام اعظم صاحب کو نہی تحریمی ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں مل سکی اور جن نصوص (احادیث) میں ریشم کے لباس کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ اس کو شامل نہیں کیونکہ (ریشمی کپڑے پر) بیٹھنے کو ریشمی کپڑا پہننا نہیں کہتے۔ اسی بنا پر حضرت امام صاحب نے اس کو نہی تنزیہی پر محمول کیا اور یہ فتویٰ میں آپ کی احتیاط ہے ورنہ تقویٰ پر آپ کا عمل کرنا مشہور ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں'' بہرحال ریشمی کپڑوں کے اسی طرح کے استعمال میں (مثلاً بچھونے اور تکیے وغیرہ) میں اجتہادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود تو ریشم استعمال نہیں کیا اور اگر گھر والوں کو آپ نے منع نہیں فرمایا تو آپ کی اجتہادی رائے پر اس کی گنجائش ہوگی۔ اور اسی اجتہادی اختلاف کے پیش نظر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے آپ پر اعتراض تو کردیا۔ لیکن بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطیات بھی وصول کرلیے۔ یہ ہے اس روایت کی اصل حیثیت مگر مولانا لعل شاہ صاحب نے......

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کردیا

مولانا شمس الحق عظیم آبادی

مسلک اہلحدیث کے ایک عالم مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:

والمراد بفلان هو معاويه بن سفيانؓ الخ .

(عون المعبود حاشیہ سنن ابی داؤد جلد ۴، ص ۱۱۴)

فلاں سے مراد حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔

لیکن ان کی یہ بات مرجوح ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ اور اگر مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ایسا مذکور ہے تو یہ راوی کی غلط فہمی ہے۔

② اسی سلسلے میں مولانا عظیم آبادی لکھتے ہیں:

والعجب كل العجب من معاوية فانه ماعرف قدر اهل البيت حتى قال ماقال الخ . (ایضا ص ۱۱۵)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ تعجب آتا ہے کہ آپ نے اہل بیت کی قدر نہ پہچانی حتیٰ کہ کہا جو کچھ کہا۔

ہم کہتے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں روپیہ تو دس سال کی مدت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وغیرہ کو عطا کر دیا، کیا یہ ان کی قدر و منزلت نہیں ہے اور کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے پر برملا اعتراض کر سکتے تھے اور اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام سے یہ فرمایا ہے کہ أتعدها مصيبة۔ (کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو مصیبت سمجھتا ہے) تو اس کا منشاء کچھ اور ہوگا۔

③ مولانا عظیم آبادی موصوف لکھتے ہیں:

انما قال الاسدی ذلک القول الشديدالسخيف لان معاويةؓ كان يخلف علىٰ نفسه من زوال الخلافة عنه و خروج الحسنؓ كذا خروج الحسينؓ (ایضاً ص ۱۱۶)

اسدی نے یہ سخت اور بیہودہ بات اس لیے کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف رہتا تھا کہ کہیں آپ کی خلافت کا تختہ نہ الٹ دیا جائے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے خلاف خروج کر دیں۔

الجواب: مولانا عظیم آبادی نے تو یہ عجیب وغریب نکتہ نکالا ہے۔ وہ شارح ابی داؤد ہوتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے جو حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کے متعلق تھی۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابنی هذا سید و لعل الله ان یصلح به بین فیئتین من المسلمین.

(فتح الباری شرح البخاری جلد ہفتم، ص ۴۷)

اور عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۳ میں "فئیتین عظیمتین" کے الفاظ ہیں یعنی میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

اس صلح کی صورت منجانب اللہ یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال تمام امت مسلمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئی تھی۔ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد بالاتفاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد آپ پر حرف گیری کرنا اور آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شیعیت کا راستہ ہے نہ کہ سنیت کا۔

(۲) آنحضرت کی یہ پیشگوئی وحی خداوندی پر مبنی ہے۔ اس کے بعد یہ احتمال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر کوئی خروج کر سکتے تھے۔ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف تھا کہ کہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی حکومت کا تختہ نہ اُلٹ دیں اور گو ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس صلح سے اختلاف تھا لیکن آخر وہ بھی راضی ہو گئے۔ اور سب اہل بیت

نبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیت المال سے عطیات لیتے رہے۔ کیا مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی مرحوم کے نزدیک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اندر اندر سے اب بھی انقلاب لانا چاہتے تھے؟ یہ تو محمود احمد عباسی اور اس کی پارٹی کا نظریہ ہے جن کے دلوں میں زیغ اور ان حضرات اہل بیت کے بارے میں بغض و بیر ہے۔

③ مولانا عظیم آبادی موصوف کی اس نکتہ آفرینی سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے اندر بھی کوئی بیماری تھی۔ واللہ اعلم.

کیا علامہ وحید الزمان شیعہ تھے؟

مولوی وحید الزمان صاحب متوفی ۱۹۲۰ء نے صحاح ستہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ صحیح بخاری کی شرح انہوں نے تیسیر الباری کے نام سے لکھی ہے۔ ان کا نام وحید الزمان اور خطاب وقار نواز جنگ ہے اور مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے بھی ان کا حوالہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''وحید الزمان جناب نواب وقار جنگ خان ارقام فرماتے ہیں: ومعاویة ومن بعدھم ملوک وامرآء متغلبون: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ: اور اس کے بعد کے حکمران بادشاہ اور متغلب امیر تھے'' (استخلاف یزید ص ۱۹۷)۔

یہی مولوی وحید الزمان خان صاحب ابوداؤد کی زیر بحث روایت میں فلاں سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی لیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

امام حسن علیہ السلام کے انتقال پر معاویہ کو یہ کہنا کہ یہ مصیبت نہیں ہے مبنی تھا اوپر تعصب کے علی اور اولاد علی سے۔ راضی ہو اللہ اپنے رسول کے اہل بیت سے اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کرے۔'' آمین

(حاشیہ سنن ابوداؤد شریف مترجم جلد سوم، ص ۲۷۳)

(ب) اور اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ جب تک زندہ تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف تھا کہیں خلافت ان کے ہاتھ سے جاتی نہ رہے اس واسطے اس اسدی نے معاذ اللہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو باعث فتنہ اور فساد خیال کیا۔" (ایضاً، حاشیہ ص ۲۷۳)

اور غالباً مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی اور علامہ وحید الزمان اس سلسلے میں ہمنوا ہیں۔ اور مولانا لعل شاہ بخاری بھی غالباً انہی کی پیروی میں زیر بحث روایت کی مراد پیش کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم.

② یہ مولوی وحید الزمان صاحب بھی عجیب و غریب شخصیت ثابت ہوئے ہیں۔ چنانچہ پہلے وہ کٹر سُنّی حنفی تھے۔ پھر حنفیت کو چھوڑ کر غیر مقلد بن گئے اور پھر مسلک اہل حدیث کو بھی خیر باد کہہ کر مسلکِ شیعیت اپنا لیا انا للہ وانا الیہ راجعون. ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو "حیات وحید الزمان مؤلفہ مولانا محمد عبد الحلیم چشتی۔

بغضِ معاویہ رضی اللہ عنہ

مولوی وحید الزمان صاحب نے لکھا ہے کہ:

ایک سچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف و توصیف کرے البتہ ہم اہل سنت کا یہ طریق ہے کہ صحابہ سے سکوت کرتے ہیں اس لیے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے۔ اور یہی اسلم اور قرین احتیاط ہے۔ مگر ان کی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت و رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بیباکی ہے اللہ محفوظ رکھے۔

(بحوالہ وحید اللغات مادہ عز" (ایضاً حیات وحید الزمان ص ۱۰۹)

حالانکہ تمام اہل السنّت والجماعت حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مولوی وحید الزمان صاحب کا اپنے آپ کو سنی کہنا خلاف واقعہ ہے۔

② شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی تائید میں لکھتے ہیں:

چنانچہ حضرت علامہ وحید الزماں (مترجم صحاح ستہ) اپنی مشہور کتاب انوار اللغہ پ۱۴، ص۹، ۱۰ امطبوعہ بنگلور پر معاویہ کی صحابیت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''ہم اہل سنت و جماعت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمروہ بن العاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ ان پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ ان کو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص کو صحابیت کی وجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔ لفظ صحابیت سے بدون ادائے حقوق صحبت کے کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے بی بی سلمہ نے آنحضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا بعضے اصحاب میرے ایسے ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد پھر مجھ کو نہ دیکھیں گے۔ الخ (تجلیات صداقت ص۴۸۴)

③ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ پ۲۷ ص۲۰ پر اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

میرا تو اعتقاد یہ ہے کہ اللھم اجعله هادیاً مھدیا کی حدیث (معاویہ کے حق میں) صحیح نہیں ہے۔ جیسے امام احمد اور امام نسائی نے فرمایا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی اور اس کی عدم صحت کے قرائن یہ ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے خلاف شرع کام کیے ہیں جو عین ضلالت ہیں نہ ہدایت۔ مثلاً زیاد کے نسب کا الحاق ابوسفیان سے۔ حجر بن عدی کا قتل۔ یزید کے لیے بالجبر اور بہ مکر و فریب بیعت کرانا۔ نقض اس معاہدہ کا جو امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا تھا وغیرہ وغیرہ (ایضاً تجلیات صداقت ص۴۹)۔

④ یہی شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب انوار اللغہ پ۲۱ ص۱۴۵ کے حوالہ سے مولوی وحید الزماں کی حسب ذیل عبارت پیش کرتے ہیں کہ:

''جناب امیر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ قسم خدا کی میری محبت اور معاویہ کی

محبت دونوں مومن کے دل میں جمع نہ ہوگی۔"

(۵) نیز مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں:

"بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیاس کیونکر ہوسکتا ہے جو نہ مہاجرین میں سے نہ انصار میں سے۔ نہ انہوں نے آنحضرت کی کوئی خدمت اور جانثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہوگئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ رائے دی کہ علی اور طلحہ اور زبیر کو قتل کرڈالیں۔" بحوالہ وحید اللغات مادہ عز (حیات وحید الزماں ص ۱۰۹)

تفضیلی شیعیت

مولوی وحید الزمان خاں صاحب کے متعلق مولانا محمد عبدالحلیم صاحب چشتی لکھتے ہیں:

"افسوس حیدر آباد میں امراء کی صحبت۔ دراسات اللبیب فی الأسوۃ الحسنۃ بالحبیب مولفہ ملا معین ٹھٹھوی المتوفی ۱۱۶۱ھ اور شیخ طوسی کی مجمع البحرین کے مطالعہ نے اخیر عمر میں اہل بیت سے محبت غلو کے درجہ میں پہنچادی تھی اور تفضیلی قسم کے تسنن کا رنگ غالب آ گیا تھا۔ آپ نے اس کو تبلیغی انداز میں جابجا بیان کیا ہے لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہ دونوں میں کون افضل ہیں۔ لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملی نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکان دین سے ہے۔ زبردستی اس کو متکلمین نے عقائد میں داخل کردیا ہے۔"

(وحید اللغات مادہ عثم) (حیات وحید الزماں، ص ۱۰۳)۔

② ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے

بھی یہی۔ آپ بلحاظ قرابت قریبہ اور فضیلت اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبر کی قائم مقامی کے مستحق۔ مگر چونکہ آنحضرت ﷺ نے کوئی صاف اور صریح نص خلافت کے باب میں وفات کے وقت نہیں فرمایا اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورہ سے بالحاظ مصلحت وقت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنالیا۔ تو آپ صبر کر کے خاموش رہے۔ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقاتلہ کرتے تو دین اسلام مٹ جاتا اور اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ پہلے ابوبکر خلیفہ ہوں پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ اس میں یہ حکمت تھی کہ چاروں کو خلافت مل جائے۔ اگر جناب امیر پہلے پہلے پہل خلیفہ ہو جاتے تو یہ تینوں صاحب اس فضیلت سے محروم رہتے۔

بحوالہ وحید اللغات مادہ عجز (حیات وحید الزمان، ص ۱۰۶، ۱۰۷)۔

وحید الزماں کی کربلائیت

مولوی وحید الزمان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدفن کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

مگر صحیح قول یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک مدینہ طیبہ میں قبہ اہل بیت میں مدفون ہے اور جسدِ مبارک بالاتفاق کربلائے معلیٰ میں ہے۔ دمشق میں عجیب اتفاق ہوا جب میں اس گنبد کی زیارت کو گیا تو اس کے پاس جاتے ہی واقعہ شہادت آنکھوں میں پھر گیا اور میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ سارے عرب لوگ جو حاضر تھے تعجب کرنے لگے وہ میرا رونا تھمتا ہی نہ تھا۔ بار بار عربی زبان میں کہتا۔ ہائے ہماری قسمت کہ ہم آپ کے بعد پیدا ہوئے اگر اس وقت ہوتے جب آپ کربلائے معلیٰ میں گھِر گئے تھے تو پہلے ہم آپ سے تصدق ہو جاتے پھر کوئی ملعون آپ پر ہاتھ ڈالتا۔ ''بحوالہ وحید اللغات مادہ درف'' (حیات وحید الزماں ص ۱۱۲)

② نیز لکھتے ہیں:

اکثر لوگوں نے سال ہجری کا شروع محرم سے رکھا ہے مگر جب سے امام حسین کی

شہادت محرم میں ہوئی یہ مہینہ خوشی کا نہیں رہا۔ مترجم کہتا ہے اگر سب مسلمان مل کر سال کا آغاز شوال سے کرلیں تو بہت مناسب ہوگا اور غرہ شوال سال کا پہلا دن ہو۔ اس دن خوشی کریں کھائیں پئیں۔ محرم کا مہینہ شہادت کی وجہ سے غم کا مہینہ ہوگیا ہے۔ دوسری قومیں سال کے پہلے دن میں خوشی اور خرمی کرتی ہیں اور مسلمان روتے پیٹتے اور غم کرتے ہیں۔ وحید اللغات مادہ عود (حیات وحید الزماں ص ۱۱۲)۔

تبصرہ

علامہ وحید الزمان خان صاحب نے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے وہ واضح شیعیت ہے اسی لیے شیعہ غالی مجتہد ڈھکو صاحب نے ان کی عبارات کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے جس کی مسلک اہل السنّت والجماعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

② حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس کا غم منانے کا جو نظریہ پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اسلامی سال کی ابتدا ماہ محرم کے بجائے ماہ شوال سے کرنے کی تجویز پیش کررہے ہیں یہ سو فیصد سے بھی زیادہ ان کی ماتمیت اور شیعیت کی واضح دلیل ہے۔ جس کا مذہب اہل السنّت والجماعت سے کوئی ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہے۔

③ خلافت و امامت کے متعلق انہوں نے جو نظریہ پیش کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق تھے۔ یہ بھی شیعہ نظریہ خلافت ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برداشت کرنے اور اپنی خلافت کے حصول کے لیے طاقت استعمال نہ کرنے کی جو وجہ انہوں نے لکھی ہے کہ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقاتلہ کرتے تو دین اسلام مٹ جاتا الخ یہی توجیہ شیعہ علماء و مجتہدین پیش کرتے ہیں۔ اور اس کو بھی امام محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ روایت ہے۔

عن ذرارة عن ابی جعفر علیه السلام قال ان الناس لماصنعوا اذبایعوا ابابکر لم یمنع امیر المومنین علیه السلام من ان یدعوا الی

نفسه الانظراً للناس وتخوفاً عليهم ان يرتد واعن الاسلام فيعبد وا الاوثان ولا يشهد وا ان لا اله الا الله و ان محمد ارسول الله وكان الاحب اليه ان يقرهم على ماصنعوا من ان يرتدوا عن جميع الاسلام الخ۔ (فروعِ کافی جلد۳۔کتاب الروضہ ص۱۳۹مطبوعہ لکھنؤ)۔

زرارہ نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے جب (حضرت) ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت علیؓ کے لیے اپنی طرف لوگوں کو بلانے میں سوائے اس کے اور کوئی امر مانع نہ تھا کہ آپ کو اس بات کا خوف تھا کہ اگر ابوبکر کی بیعت سے ہٹا کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں گے اور بتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں گے اور لا اله الا الله محمد رسول الله کی شہادت نہیں دیں گے۔ اور آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ ان کو ابوبکر کی بیعت پر قائم رکھیں اور اسلام سے بالکل مرتد نہ ہوں۔

واہ خوب۔ حضرت علی المرتضیٰ کی حسبِ عقیدہ شیعہ کیا ہی عجیب وغریب خلافت بلافصل ہے جس کا اقرار وہ کلمہ و اذان میں بھی کررہے ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال مذکورہ بالا عبارات کے پیش نظر علامہ وحید الزماں صاحب کو اہل السنّت والجماعت میں شمار کرنا بہت مشکل ہے اور طرفہ یہ ہے کہ انہوں نے سنی بن کر یہ عقائد زبردستی اپنی کتاب لغت میں بیان کیے ہیں۔ اور باوجود اس کے مولانا لعل شاہ صاحب بھی مولوی وحید الزماں خاں موصوف کو اکابر اہل سنت میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ بعنوان: اکابر اہل سنت کی آراء نمبر۱۳ کے تحت لکھتے ہیں:

وحید الزماں جناب نواب وقار جنگ خان ارقام فرماتے ہیں:

ومعاوية ومن بعد هم ملوک وامراء متغلبون:

''حضرت معاویہ اور اس کے بعد کے حکمران بادشاہ اور متغلب امیر تھے۔''

(کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق ص ۸'' (استخلافِ یزید ص ۱۹۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف فردِ جرم

مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

ان امور کی تنقیح جن کی وجہ سے حضرت معاویہ پر نکیر کی گئی۔

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

وقد روی عن الحسنؒ البصری انه کان ینقم علیٰ معاویه اربعة اشیاء قتاله علیا. قتله حج بن عدی واستلحاقه زیاد بن ابیه ومبایعته لیزید ابنه. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰)

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ پر چار چیزوں کی نقمت کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنا اور حجر بن عدی کو قتل کرنا اور زیاد بن ابیہ کو اپنے باپ ابوسفیان سے لاحق کرنا اور اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانا۔ (استخلاف یزید ص ۱۳۴)۔

اس کے بعد بخاری صاحب موصوف نے ان چاروں امور پر مفصل بحث کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف قرارداد جرم لگا دی ہے۔

مودودی صاحب بھی یہی کہتے ہیں

جماعت اسلامی کے بانی و امیر اول نے بھی لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ ایک ان کا اس امت پر تلوار سونت لینا اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لینا درآں حالیکہ امت میں بقایائے صحابہ موجود تھے۔ دوسرے انکا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا حالانکہ وہ شرابی اور نشہ باز تھا۔ ریشم پہنتا اور طبورے بجاتا تھا۔ تیسرے ان کا زیاد کو اپنے خاندان

میں شامل کرنا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف حکم موجود تھا کہ اولاد اس کی جس کے بستر پر وہ پیدا ہو۔ اور زانی کے لیے کنکر پتھر ہیں۔ چوتھے ان کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دینا۔ (خلافت وملوکیت، ص ۱۶۶ طبع اول)۔

شیعہ بھی یہی کہتے ہیں

شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:

''آخر کلام میں مشہور تابعی حسن بصریؒ کا قول درج کر کے اس بحث کا خاتمہ کیا جاتا ہے وہ کہا کرتے تھے۔ معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے اندر ہوتی تو اس کی ابدی ہلاکت کے لیے کافی تھی۔

① اس نے امت محمدیہ پر تلوار کھینچی اور افاضل صحابہ کی موجودگی میں بلامشورہ تخت پر قابض ہو گیا۔ ② اپنے شراب نوش بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ بنایا جو ریشمی لباس پہنتا تھا اور سارنگی وطنبورہ بجاتا تھا۔ ③ زیاد کو اپنا بھائی بنایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لڑکا صاحبِ فراش کا ہے اور زانی کے لیے کنکر ④ جناب حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو شہید کرایا۔ جن کا خون اس کی گردن پر زبردست وبال ہے۔'' (تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۸۱۔ طبری جلد اول ص ۵۷۔ کامل جلد ۳ ص ۲۴۲۔ تاریخ ابوالفداء ج اوّل ص ۱۹۶'' تجلیاتِ صداقت ص ۴۹۴'' اثبات الامامت ص ۳۶۷ مولفہ ڈھکو صاحب)۔

اور یہی چار الزام علامہ وحید الزماں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کی عبارت بحوالہ ''تجلیات صداقت'' نقل کی جا چکی ہے۔

الجواب: مولانا لعل شاہ صاحب نے البدایہ والنہایہ سے جو روایت نقل کی ہے وہ بلاسند ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے کون روایت کرنے والا ہے؟ معلوم نہیں۔ بیشک حضرت حسنؒ بصری ایک جلیل القدر تابعی ہیں لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بقول مولانا لعل

شاہ صاحب بھی رفیع الشان صحابی ہیں۔ حضرت حسنؒ بصری ان کے خلاف یہ قرارداد کیونکر پاس کر سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کا اپنے اصحاب کے بارے میں یہ ارشاد ثابت ہے۔ اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضاً من بعدی (میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور ان کو طعن کا نشانہ نہ بنانا الخ۔

۲ امام فخرالدین رازیؒ آیت مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) ''اور جو کوئی مارا جائے مظلوم پس تحقیق کیا ہے ہم نے واسطے والی اس کے غلبہ (ترجمہ شاہ رفیع الدین محدثؒ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما انه قال قلت لعلی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه وایم اللّٰہ لیظھرن علیکم ابن ابی سفیان لان اللّٰہ تعالیٰ یقول ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه ساطنا فقال الحسن واللّٰہ مانصر معاویة علیٰ عَلی رضی اللّٰہ عنه الابقول اللّٰہ تعالیٰ ومن قتل مظلوماً فقدِ جعلنا لولیّه سُلطٰنا. واللّٰہ اعلم.

(تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۳۹۷ طبع بیروت)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ کی قسم (معاویہ) ابن ابی سفیان آپ پر ضرور غالب آجائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مظلوم قتل ہوجائے ہم نے اس کے ولی کے لیے غلبہ بنا دیا ہے اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس آیت کی وجہ سے حضرت معاویہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

یہ ہے امام حسن بصریؒ کا قول جس کی حضرت ابن عباسؓ کے ارشاد سے تائید ہوتی ہے اور جب حضرت حسن بصریؒ اس آیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استنباط کررہے ہیں تو پھر یہ بات کیونکر قابل تسلیم ہوسکتی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

خلاف اس طرح کا بیان دیا ہو جس کی بنا پر مولانا لعل شاہ، ابو الاعلیٰ مودودی، علامہ وحید الزماں اور مولوی محمد حسین ڈھکو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو مجروح کر رہے ہیں اور اگر بالفرض امام حسن بصریؒ نے ایسا فرمایا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کاموں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا سرزد ہوگئی تھی۔

③ حافظ ابن کثیر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ چنانچہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وقد اخذ الامام الحبر ابن عباسؓ من عموم هذه الآية الكريمة ولاية معاويةؓ السلطنة انه سيملک لانه كان ولى عثمان وقد قتل عثمان مظلوماً رضى الله عنه وكان معاوية يطالب عليا رضى الله عنه ان يسلمه قتلته حتى يقص منهم لانه اموى وكان على رضى الله عنه يستمهله فى الامر حتى يتمكن ويفعل ذلک ويطلب علیؓ من معاوية ان يستمه الشام فيأبى معاوية ذلک حتى يسلمه القتلة وابى ان يبايع علياً هو واهل الشام ثم مع المطاولة تمكن معاويةؓ و صار الامر اليه كما قاله ابن عباسؓ واستنبطه من هذه الأية الكريمة وهذا من الامر العجب الخ (تفسیر ابن کثیر جلد ثالث ص ۳۹ مطبوعہ لاہور)۔

④ علامہ سید امیر علی صاحب ملیح آبادی متوفی ۱۹۱۹ء مترجم فتاویٰ عالمگیری نے بھی اپنی تفسیر مواہب الرحمٰن میں مذکورہ آیت کی تفسیر کے تحت حافظ ابن کثیر کی مندرجہ عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ انہی کی عبارت میں حسب ذیل ہے:

امام ابن کثیرؒ نے یہاں ایک لطیف استنباط نقل کیا یعنی قولہ تعالیٰ: مَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جعَلْنَا لِوَلِيّه سُلْطٰنًا میں لکھا ہے کہ امام الحبر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے عموم سے نِکالا کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہو جائے گی اس وجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی وہی تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے تھے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرتے تھے کہ قاتلوں کو مجھے سپرد کیجیے تاکہ میں ان سے قصاص لوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مہلت چاہتے تھے کہ امر خلافت میں جو فتنہ پھیل گیا ہے وہ فرو ہو جائے۔ اور بات جم جائے۔ اور بات جم جائے تو ایسا کیا جائے گا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے چاہتے کہ شام کا ملک سپرد کرو۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا یہاں تک کہ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کو سپرد کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے بھی انکار کیا اور تمام شام کے اہل اسلام ان کے ساتھ ہو گئے۔ پھر انجام کو جس طرح ابن عباس نے استنباط کیا تھا وہی ہوا کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مستقر ہو گئی اور یہ عجیب بات اور عجیب استنباط ہے۔ الخ

(تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ۱۵، ص ۹۰ مکتبہ رشیدیہ لاہور)

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا استنباط مذکورہ قرآنی آیت سے کیا ہے اور آپ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد بھی ہیں تو مولانا لعل شاہ صاحب کے لیے (جو فاضل دیوبند بھی ہیں) کسی طرح بھی یہ جائز نہ تھا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسی ایک عظیم شخصیت کے خلاف اس طرح مفصل جرح کرتے (جس کا مظاہرہ انہوں نے اپنی کتاب ''استخلاف یزید'' میں کیا ہے)۔ جو شیعہ علماء و مجتہدین کا مذموم شیوہ ہے۔

⑤ مذکورہ چار الزامات میں سے ایک الزام کے متعلق شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب نے لکھا ہے کہ: ''بلا مشورہ تخت پر قابض ہو گیا۔'' اور مودودی صاحب نے لکھا ہے: ''اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لیا۔'' حالانکہ یہ سب بہتان ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر زبردستی قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی رضامندی سے اپنی خلافت ان کے سپرد کر کے ان کی بیعت خلافت کر لی تھی۔ اور ساری عمر حضرت معاویہؓ سے وظائف و عطیات لیتے رہے اسی بنا پر اہل السنّت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام مملکت اسلامیہ

کے برحق خلیفہ تھے۔ رضی اللہ عنہم

⑥ مذکورہ چار امور میں سے سب سے اہم اور مَزلۃ الاقدام بحث جنگِ صفین کی ہے جو حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین واقع ہوئی اور جس میں فریقین کی طرف سے ہزارہا ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس کے باوجود بھی اہل السنّت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام سے اس میں اجتہادی خطاء سرزد ہوئی ہے۔ یہ نہ حقیقتاً گناہ ہے نہ فسق چہ جائیکہ کفر و نفاق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فریق ثانی کو حقیقتاً باغی نہیں قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فریق ثانی کے اموات کی بھی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ اور ان کو بھی جنتی قرار دیا ہے۔ چنانچہ روایت ہے:

سئل علی عن قتال یوم الصفین فقال قتلانا و قتلا هم فی الجنّة .

(کنز العمال جلد ششم واقعۃ الصفین)

اور صفین کے قتال کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے مقتول اور ان کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔

تو جب جنگ و قتال کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف صرف اجتہادی خطا منسوب کی جاتی ہے اور اس پر بھی آپ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ کے حامی تھے حسبِ حدیث بخاری ایک اجر کے مستحق ہیں۔ تو اس سے کم درجہ کے اختلافی امور میں یعنی استلحاق زیاد۔ استخلاف یزید اور حضرت حجر بن عدی کے قتل کے سلسلہ میں ان کو طعن و ملامت کا کیونکر ہدف بنایا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ان میں بھی آپ نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو یہ کتنی بری ناانصافی ہے کہ مولانا لعل شاہ بخاری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مجتہد اور رفیع الشان صحابی مان کر بھی ان پر جرح و طعن میں کتنے صفحات سیاہ کر رہے ہیں۔ واللہ الهادی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

خلافت کا جو استنباط کیا ہے اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اجتہادی خطا کیوں منسوب کی جاتی ہے جبکہ ان کی خلافت بھی قرآنی آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت نص قرآنی سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک استنباطی نکتہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نکالا ہے اور برعکس اس کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت خلفائے ثلثہ کی طرح آیت استخلاف اور آیت تمکین کی نص سے ثابت ہوتی ہے اور نص اور استنباط میں بڑا فرق ہے۔ نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی استنباطی خلافت کا تعلق بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد کے دور سے ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور کوئی خلافت مستحق نہیں تھا اور خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے کوئی نزاع نہیں کیا تھا بلکہ آپ کا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مطالبہ صرف حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینے کا تھا البتہ حکمین کے فیصلہ کے بعد آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا لیکن اس میں حکمین سے بھی اجتہادی خطا کا صدور ہوا تھا۔ جیسا کہ اس کی مفصل بحث خارجی فتنہ حصہ اوّل میں کردی گئی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور کتابت وحی

مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منجملہ ان کاتبین کے تھے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کتابت کے کام پر متعین تھے چنانچہ عبدالمنعم خان صاحب نے مکاتیب رسول میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے بعض مکتوبات کی نشاندہی بھی کی ہے بحوالہ طبقات ابن سعد ج اوّل ص ۲۲۶) مشہور یہ ہے کہ وہ کاتب وحی تھے جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
معاوية ابن صخر خال المومنين و كاتب وحی رب العلمين (البدایہ والنهایہ ج ۸ ص ۱۱۷) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مومنوں کے ماموں اور کاتب وحی تھے۔'' لیکن کاتب وحی کا قول متفق علیہ نہیں۔ الخ (استخلاف یزید ص ۱۳)۔

تبصرہ

اس بحث کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا حضور رحمۃ للعالمین، امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب مقدسہ کی کتابت کرنا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے تحت کیا کوئی معمولی شرف وسعادت ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لا اشبع اللہ بطنہ کا طعن

مولوی مہر حسین شاہ صاحب امام نسائی کے حالات میں بُستان المحدثین مؤلفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک شخص نے پوچھا (یعنی امام نسائی سے) کہ امیرالمومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے؟ تو نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہی کافی ہے کہ برابر برابر چھوٹ جائیں۔ ان کے مناقب کہاں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھے ان کے مناقب میں سوائے اس حدیث **لا اشبع اللہ بطنہ** کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔ پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کیا...... کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا اور مروہ کے درمیان دفن کیے گئے ۱۳ر صفر ۳۰۳ھ میں پیر کے دن آپ کا انتقال ہوا۔ الخ

(خصائص نسائی مناقب مرتضوی مترجم عرض ناشر ص۴)

شیعہ مجتہد ڈھکو

مولوی محمد حسین شیعہ مجتہد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطاعن میں یہ روایت پیش

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام اہل سنت نسائی (صاحب سنن نسائی) سے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے کی استدعا کی گئی انہوں نے کہا ما اعرف له فضیلة اِلا لا اشبع الله بطنه:
''میں ان کی کوئی فضیلت نہیں جانتا سوائے لااشبع اللّٰہ بطنه (خدا اس کا پیٹ نہ بھرے) کے۔'' (استیعاب ابن عبدالبر ج ۳ ص ۴۰۱ وغیرہ)۔ جناب رسول خدا نے کسی کام کے سلسلہ میں معاویہ کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ اس نے واپس جا کر عرض کیا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ دوبارہ بھیجا پھر اس نے جا کر یہی کہا۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا لا اشبع اللّٰہ بطنه اس بددعاء کا اثر یہ ہوا کہ کہتے ہیں ان کے دستر خوان پر سو طرح کے کھانے رکھے جاتے تھے اور وہ کھاتے کھاتے آخر میں کہتے۔ پیٹ تو نہیں بھرا لیکن منہ تھک گیا ہے۔ یہ اثر تھا اس بددعاء کا جو آنحضرت نے ان کو دی تھی ''لااشبع اللّٰہ بطنه۔'' اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے (انوار اللغۃ مولفہ وحید الزمان [1] پ ۲، ص ۶۸) (تجلیات صداقت، ص ۴۸۹)۔

---

[1] رام چندر، لچھمن، زرتشت، بدھ وغیرہ پیغمبر تھے وحید الزماں

علامہ وحید الزماں خاں لکھتے ہیں:

ولهذا ماينبغى لنا ان نجحد نبوة الانبياء الأخرين الذين لم يذكرهم الله سبحانه فى كتابه وعرف بالتواتر بين قوم ولوكفار انهم كانوا انبياء وصلحاء كرامچندر والچهمن و كشن جى بين الهنود وزراتشت بين الفرس و كنفسيوس وبدها بين اهل الصين و جاپان وسقراط و فيثا غورس بين اهل يونان الخ (ہدیۃ المہدی حصہ اوّل، ص ۸۵ مطبوعہ دہلی) ''اور اسی وجہ سے ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم دوسرے پیغمبروں کی نبوت کا انکار کریں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں کیا اور ایک قوم کے درمیان خواہ وہ کافر ہیں مشہور ہے کہ وہ انبیاء اور صلحاء تھے۔ مثلاً رامچندر، لچھمن، کشن جی ہندوؤں میں اور زرتشت فارسیوں میں اور کنفسیوس اور بدھ اہل چین اور جاپان میں سقراط اور فیثاغورس یونانیوں میں الخ۔

وحید الزماں صاحب کا یہ عقیدہ بالکل باطل ہے کیونکہ ان شخصیتوں کی نبوت کسی نص سے ثابت نہیں۔ اور بغیر نص کے کسی شخص کو نبی تسلیم کرنا منصب نبوت سے استہزا کرنا ہے۔

یہ ہے وحید الزماں صاحب کی ذہنیت کا بگاڑ، عبرت، عبرت، عبرت۔

الجواب: ① مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی کتاب بستان المحدثین کے حوالہ سے یہ روایت پیش کی ہے۔ اور پھر احوال امام نسائی کے تحت ص ۳ پر یہ الفاظ لکھے ہیں:

کہا کہ میں ان کی فضیلت میں اس کے سوا کوئی حدیث نہیں جانتا۔ لا اشبع اللہ بطنہ یعنی خدا اس کا پیٹ نہ بھرے۔

اس روایت کے لیے انہوں نے تہذیب الکمال، اشعۃ اللمعات اور وفیات الاعیان کا حوالہ دیا ہے۔

② شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب نے یہ روایت علامہ وحید الزماں کی کتاب انوار اللغہ سے نقل کی ہے جن کے متعلق پہلے ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ آخر میں شیعہ عقائد کے حامی ہو گئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تو ان کو کھلم کھلا بغض تھا۔ اور غالباً اسی وجہ سے انہوں نے مندرجہ زیر بحث روایت کے ساتھ اس عبارت کا اضافہ کر دیا ہے کہ:

اس بددعاء کا اثر یہ ہوا کہ...... وہ کھاتے کھاتے آخر میں کہتے پیٹ تو نہیں بھرا لیکن منہ تھک گیا ہے۔

حالانکہ بستان المحدثین، وفیات الاعیان اشعۃ اللمعات۔ الاستیعاب اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للعلامہ القاری المحدث الحنفی میں یہ الفاظ بالکل نہیں ہیں اور یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے ہی بسیار خور تھے تو ان کے دسترخوان سے حضرت امام حسن وغیرہ حضرات نے کیوں لطف اٹھایا ہے۔ اور لاکھوں، کروڑوں روپے ان سے بطور عطایا وظائف کیوں لیتے رہے ہیں۔ کیا جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا لگی ہو اس کو یہ ائمہ اہل بیت اپنا محسن بنا سکتے ہیں؟ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

③ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ فرمایا کہ لا اشبع اللہ بطنہ (خدا اس کا پیٹ نہ بھرے) تو یہ بددعاء نہیں درحقیقت دعائے رحمت ہے کیونکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ایما رجل من امتی سببتہ سبّۃ اولعنتہٗ لعنۃ فی غضبی فانما انا من ولد اٰدم اغضب کما تغضبون وانما بعثنی رحمۃ للعالمین فاجعلھا علیھم صلوۃ یوم القیٰمۃ۔ الخ (ابوداؤد جلد دوم کتاب السنۃ ص ۲۸۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیان میں یہ فرمایا تھا کہ میری امت میں سے جس شخص کو میں سبّ کروں یا اس پر لعنت کروں غصہ کی حالت میں تو بے شک میں اولادِ آدم میں سے ہوں جس طرح تمہیں غصہ آتا ہے اسی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اے اللہ تو اس کو ان کے قیامت کے دن رحمت بنا دے۔ الخ

لیجیے معاملہ برعکس ہوگیا۔ مولوی مہر حسین شاہ صاحب اور شیعوں نے جو حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے کے لیے پیش کی تھی وہ ان کے لیے رحمت ثابت ہوگئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ صرف آخرت میں ہی رحمت نہیں بنیں گے دنیا میں بھی ان کی تعبیر یہ نکلی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک وسیع و عریض مملکتِ اسلامیہ کا متفق علیہ خلیفہ بنا دیا۔ جن کے ذریعہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ پھیلتا گیا اور آپ کے بیت المال سے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جیسی جنتی شخصیتیں مالا مال ہوتی رہیں۔ یہ ہے لآ اشبع اللّٰہ بطنہ کا مبارک انجام کہ آپ جود و سخا کا منبع بن گئے۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔

④ استیعاب میں یہ روایت حبرامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہ وہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے ایک قرآنی آیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استنباط کیا ہے۔ اگر آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لا اشبع اللّٰہ بطنہ کو حقیقتاً بددعا سمجھتے تو ان کے دل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کیونکر آ سکتی تھی

وہ تو ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے۔ ان کی توجہ قرآن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت مستنبط کرنے کی طرف کیونکر ہو سکتی تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ از روئے حدیث جنتی ہیں

⑤ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل تحت خود مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محو خواب استراحت ہوئے۔ جاگے تو مسکرا رہے تھے میں نے عرض کیا: مایضحکک یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کونسی چیز ہنسی کا باعث ہوئی فرمایا ناسٌ من امّتی یغزون البحر مثل الملوک علی الأسرۃ. میری امت میں سے کچھ لوگ جہاد کے ارادہ سے سمندر میں سوار ہوئے جیسے بادشاہ تختوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ میں ان میں شامل ہو جاؤں۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا مایضحکک یا رسول اللّٰہ حضرت کونسی چیز باعث تبسم بنی۔ حضور نے پہلے کلمات کا اعادہ فرمایا اور میں نے دوبارہ شرکت کے لیے دعاء کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔ (صحیح بخاری جلد اوّل، ص ۳۵۲)

نیز لکھتے ہیں:

۲۸ھ میں عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبرص پر حملہ ہوا۔ ام حرام بھی اپنے شوہر حضرت عبادہ بن الصامت کی رفاقت میں شریک جہاد ہوئیں۔ فتح کے بعد واپسی پر خچر پر سوار ہونا چاہتی تھیں کہ گر پڑیں اور شہید ہو گئیں اور اس طرح صادق و مصدوق پیغمبر کی پیشینگوئی سچی ہو گئی۔ جس جہادی مہم کی جلوہ نمائی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار خواب میں مسرور کیا گیا تھا اس کے قائد حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (استخلاف یزید ص ۱۱۴)

اس حدیث سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بحری جہاد کی اوّلیت اور اس کی قیادت کا خصوصی شرف آپ کو ہی نصیب ہوا ہے۔ لیکن مولانا لعل شاہ بخاری نے یہاں ایک دوسری حدیث کو نظر انداز کر دیا ہے جس سے آپ کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امّ حرام فرماتی ہیں کہ:

انها سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اول جیش من امّتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول الله انا فیهم قال انتِ فیهم" (ایضاً صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ماقیل فی قتال الروم)

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُنا کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا ان کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ قد اوجبوا کے تحت فرماتے ہیں:

ای فعلوا فعلاً وجبت لهم به الجنة۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۵)

"یعنی انہوں نے ایسا کام کیا کہ اس کی وجہ سے ان کے لیے جنت واجب ہوگئی۔"

اس سے ثابت ہوا کہ یہ پہلا لشکر جس کے قائد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے سب جنتی ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اس کے بعد کی حدیث میں مدینۃ قیصر پر حملہ کرنے والے لشکر کے متعلق بجائے اوجبوا کے مغفور لَهُم کے الفاظ ہیں (اور اس لشکر کا قائد یزید تھا) اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ (اس حدیث قسطنطنیہ سے یزیدی گروہ یزید کے خلیفہ عادل و صالح یا خلیفہ راشد ہونے پر جو استدلال کرتا ہے اس کا جواب ان شاء اللہ تعالیٰ "کتاب خارجی فتنہ" جلد دوم میں آ رہا ہے۔ یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں ہے)۔

بہر حال جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکر کے لیے دربار رسالت سے جنتی ہونے کی بشارت مل گئی تو پھر ان کے لیے لسانِ نبوت سے حقیقی بددعا کیونکر نکل سکتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ لااشبع الله بطنه سے مراد در حقیقت دعاء رحمت ہے اور یہ شان

رحمۃ للعالمین کے مناسب ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

اس عنوان کے تحت مولانا لعل شاہ بخاری حسبِ ذیل حدیث نقل کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا مهدیا (رواہ الترمذی)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی و مہدی بنادے۔"

اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی تحسین کی یعنی یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ الحاصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ فقیہ ہیں۔ حضرت ام حرام کی روایت کے اوّلین مصداق ہیں ...... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعاء کی کہ: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ (استخلاف یزید ص ۱۱۴)۔

(ب) علاوہ ازیں یہ لکھا ہے:

ترمذی کی روایت **اللهم اجعل معاویة هادیا مهدیا** اگرچہ پایۂ صحت کو نہیں پہنچتی تاہم حسن ہونے کی وجہ سے مقبول و معتبر بھی ہوگی" (استخلاف یزید ص ۱۱۸)۔

تبصرہ

ناواقف لوگ کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے۔ حالانکہ راویوں کے اوصاف کے اعتبار سے حدیث کی مختلف قسمیں ہیں۔ اور فن حدیث کی اصطلاح میں ان کو صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع کہتے ہیں جن میں پہلا درجہ صحیح کا ہے پھر حسن کا اور حدیث حسن مقبول و معتبر ہوتی ہے۔ جیسا کہ زیر بحث حدیث ہے۔ جس میں حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہادی اور مہدی کی دعاء کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود ہدایت یافتہ بھی تھے اور آپ سے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت نصیب ہوئی۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع دعاء کو

تسلیم کرتے ہوئے بھی کیا یہ بات قابل تسلیم ہوسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو لا اشبع اللہ بطنہ سے بددعا کی تھی ہرگز نہیں۔ بلکہ درحقیقت یہ بھی آپ کے لیے دعائے رحمت تھی جس کی برکت سے آپ کو یہ شان ملی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے مقبول بارگاہ بھی آپ کے دسترخوان سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ رضی اللہ عنہم

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کا غبار

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مولانا لعل شاہ بخاری حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ مشہور قول بھی پیش کرتے ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جس گھوڑے پر سوار ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شریک جہاد ہوئے۔ اس گھوڑے کی ٹاپ سے اڑکر جو غبار گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا ہے وہ بدرجہا حضرت عمر بن عبدالعزیز بہتر ہے۔ تطہیر الجنان ص ۱۰۔ ناھیہ عن ذم معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۱۱۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹۔ مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۲۴۳ (استخلاف یزید ص ۱۱۳)۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

امام نسائی جلیل القدر محدث ہیں۔ آپ کی سنن نسائی صحاح ستہ میں بھی شامل ہے۔ لیکن آپ نے بھی غصہ سے مغلوب ہوکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لا اشبع اللہ بطنہ کی حدیث پیش کی تھی۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فضائل اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے خاص کے مقابلہ میں تو ان کی بات کوئی شرعی حجت نہیں ہے جس کو مولوی مہر حسین شاہ صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطاعن میں پیش کررہے ہیں اگر کسی کتاب کی ہر عبارت حجت ہوسکتی ہے تو پھر امام نسائی بھی نہیں بچ سکتے۔ چنانچہ

① علامہ ابن خلکان متوفی ۶۸۶ھ نے امام نسائی کے حالات میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

وفی روایۃ اخری. ماعرف لہ فضیلۃ الا الا اشبع اللہ بطنک" و کان یتشیع الخ (وفیات الاعیان جلد اول ص ۷۷) اور دوسری روایت میں ہے کہ امام نسائی نے کہا کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت نہیں مانتا مگر یہ کہ حضور نے فرمایا تھا "اللہ تیرا پیٹ نہ بھرے" اور امام نسائی میں شیعیت تھی۔" الخ

۲ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی کتاب "بستان المحدثین" کا جو حوالہ امام نسائی کے واقعہ میں پیش کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ:

"یہ شافعی المذہب تھے۔ صوم داؤدی پر ہمیشہ بیرار ہتے تھے۔ بایں ہمہ کثیر الجماع تھے چنانچہ چار عورتیں آپ کے نکاح میں تھیں اور ہر ایک کے پاس ایک ایک شب رہتے تھے۔ ان کے علاوہ لونڈیاں بھی موجود تھیں الخ (بستان المحدثین ص ۱۸۹)

صدیق اکبر کون ہیں؟ خصائص نسائی

مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے خصائص نسائی مترجم شائع کی ہے اور مقصد یہ ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی تشہیر کی جائے۔ لیکن خصائص نسائی تو رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔ اس میں نہ صرف ضعیف روایات ہیں بلکہ موضوع یعنی من گھڑت بھی ہیں۔ چنانچہ حدیث نمبر ۶ یہ لکھی ہے:

قال علی انا عبداللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقول ذلک بعدی الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین.

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد کوئی یہ بات نہ کہے گا مگر جھوٹا۔ میں نے سات برس لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔"

(ف) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے مقدم ہیں کہ سات برس لوگوں سے پہلے اسلام لائے اور

نماز پڑھی (خصائص نسائی مترجم، ص ۸)

(ب) حدیث نمبر (۷) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے سوا اس امت میں کسی کو نہیں جانتا کہ میرے برابر خدا کی عبادت کی ہو کہ میں نے اللہ کی نو برس عبادت کی پہلے اس سے کہ عبادت کرے اس کی کوئی اس امت میں سے۔ (ایضاً خصائص نسائی، ص ۸)

تبصرہ

① حافظ ابن کثیر محدث نے یہ روایت ان الفاظ میں لکھی ہے:

انا الصدیق الاکبر اٰمنت قبل ان یُؤمِنَ ابو بکر و اسلمت قبل ان یسلم.''

اس پر حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا لایصح قاله البخاری وقد ثبت عنه بالتواتر انه قال علی منبر الکوفة. ایها الناس ان خیر هٰذا الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر الخ. (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۳۴)

یہ روایت صحیح نہیں ہے امام بخاری نے یہی فرمایا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے منبر کوفہ پر فرمایا تھا کہ اے لوگو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں پھر عمر'' الخ

(ب) دوسری روایت میں ہے کہ انه صلی قبل الناس بسبع سنین (کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سات سال لوگوں سے پہلے نماز پڑھی ہے یا نو سال پہلے نماز پڑھی ہے)۔

اس کے متعلق ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا لایصح من ای وجه کان روی عنه (ص ۳۳۵) یعنی جس وجہ سے بھی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت لی جائے صحیح نہیں ہے۔

اور یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے سات سال یا نو سال پہلے اسلام لائے اور نماز پڑھی۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یعنی اعلان نبوت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ قریباً دس برس کی عمر کے تھے۔ تو کیا آپ بعثت نبوی سے پہلے ہی ایک برس کی عمر میں اسلام لائے اور نماز پڑھنی شروع کردی لاحول ولاقوۃ الا باللہ. اس قسم کی بے بنیاد روایات روافض نے اپنی کتابوں میں درج کردی ہیں۔ لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب کے نزدیک یہ پسندیدہ ہیں۔

شیعہ عقیدہ میں صدیق اکبرؓ

① امام جعفر صادق نے فرمایا:

کل مومن صدیق "یعنی ہر مومن صدیق ہے۔" فروع کافی جلد۳ کتاب الروضہ ص۱۰۱)

② حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک طویل خطبہ میں ہے۔

"انی ا'نبا العظیم و الصدیق الاکبر" (ایضا کتاب الروضہ ص۱۵)۔

"یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نبأ عظیم ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں۔"

③ شیعہ رئیس المجتہدین علامہ باقر مجلسی معجزات نبوت کے بیان میں معجزہ نمبر ۴۱ کے تحت امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تم صدیق اکبر مومنوں کے بادشاہ اور پیشوا ہو۔ تم وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں۔ وہ سب کچھ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں الخ۔ (حیات القلوب مترجم جلد دوم، ص۴۱۴)

④ مولوی محمد حسین ڈھکو مجتہد شیعہ نے اس قسم کی روایات پیش کی ہیں۔

(ترجمہ) اے علی! تو صدیق اکبر ہے اور تو فاروق امت ہے جو حق و باطل میں تفریق کرے گا اور تو ہی بادشاہ مومنین ہے" (حوالہ ینابیع المودت وغیرہ)

② خود امیر المومنین فرمایا کرتے تھے۔ انا الصدیق الاکبر و انا الفاروق الاعظم صلیت قبل صلوتھم"۔

(حوالہ ینابیع المودت وغیرہ" (اثبات الامامت ص ۱۴۰)

بہر حال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صدیق اکبر ہونے کی روایات من گھڑت ہیں خواہ وہ اہل سنت کی کسی کتاب میں ہی منقول ہوں۔ حالانکہ ساری امت کا یہ عقیدہ ہے کہ صدیق اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو اول الخلفا ہیں۔ یارغار اور یار مزار ہیں۔ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے خصائص نسائی مترجم شائع کی ہے۔ اس میں اس قسم کی روایت دیکھ کر ناواقف لوگ شیعیت کا شکار ہوں گے۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صحیح فضائل ومناقب بھی بکثرت ہیں۔ جو ناصبیت کے ازالہ کے لیے کافی ہیں۔ خدا جانے مولوی مہر حسین شاہ صاحب کیا چاہتے ہیں؟

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کیا سَبّ گالی گلوچ کو کہتے ہیں

اسی خصائص نسائی میں حدیث نمبر ۱۰ میں حسب ذیل حدیث لکھی ہے:

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال اَمَر معاویة سعدًا فقال مایمنعک اَن تسبَّ ابا تراب الخ (ص ۱۰) اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے: اس نے روایت کی عامر بن سعد بن ابی وقاص سے اس نے اپنے باپ سے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو علی رضی اللہ عنہ کو برا کیوں نہیں کہتا اور گالی کیوں نہیں دیتا اس کو الخ (ص ۱۱)

یہاں مترجم نے سَبّ کا معنی گالی دینا کیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ یہی روایت مولانا لعل شاہ صاحب نے استخلاف یزید ص ۲۲۶ پر درج کی ہے۔ جس کی تشریح میں لکھا ہے کہ: مسلم ہے کہ سبّ سے مراد وہ مغلظات نہیں جسے گنوار لوگوں کی اصطلاح میں گالی

کہا جاتا ہے مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گنوار لوگوں کے لیے یہ مغلظات اتنے عیب ناک نہیں جتنے صحابہ کے لیے معمولی سب وشتم۔ بہر حال لاتسبوا اصحابی (الحدیث) کے تحت جو سب مہنی عنہ اور ممنوع ہے اسی سب وشتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔

بخاری صاحب نے یہ تسلیم کرلیا کہ یہاں سبّ سے مراد گالی نہیں ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کے بعد پھر یہ لکھ دیا کہ:

جو سبّ منہی عنہ اور ممنوع ہے اسی سب وشتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔

حالانکہ شتم بمعنی گالی آتا ہے چنانچہ فیروز اللغات میں لکھا ہے ''گالی گلوچ دشنام۔'' اور غیاث اللغات فارسی میں ہے۔ شتم بالفتح دشنام۔'' بخاری صاحب نے ایک ہی عبارت میں سبّ بمعنی گالی کا انکار کیا اور پھر سبّ بمعنی شتم یعنی گالی کو تسلیم بھی کرلیا۔ ایں چہ بوالعجبیست اور حیرت ہے کہ مولانا لعل شاہ بخاری سبّ بمعنی گالی اور شتم پر اصرار کیوں کرتے ہیں اور روایات کا انبار لگا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ جیسے جلیل القدر صحابہ کو مطعون کیوں کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاشرہ اسی قسم کا تھا کہ وہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایک دوسرے کو گالی گلوچ کرتے تھے تو پھر دین میں ان پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ تزکیہ (حسب آیت ویزکیھم) کا یہی اثر تھا۔ کیا یہ ان ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اخلاقی کردار عالی ہے جن کے متعلق بخاری صاحب موصوف یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے میں آپ کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو غبار پڑا وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے خلیفہ عادل سے افضل ہے۔

ہمارا سوال

ابوداؤد شریف کی حدیث پہلے پیش کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما رجل من امتی سببتُه سبّة و لعنته لعنة فی غضبی الخ (کتاب السنة ص ۲۸۵) یعنی میری امت میں سے جس شخص کو میں سب کروں یا لعن کروں غصہ کی حالت میں الخ۔

تو کیا یہاں بھی سبّ کا معنیٰ گالی گلوچ لیا جائے گا کہ نعوذ باللہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ لہٰذا یہاں حضور کی شانِ رحمۃ اللعالمین کے مناسب سبّ اور لعن کا مطلب لیا جائے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے لیے اگر کہیں سبّ کا لفظ آیا ہے تو ان کی اعلیٰ شان اور مہذب ترین سوسائٹی کے مناسب اس کا مطلب لیا جائے گا۔ سب کا اطلاق معمولی رنجیدگی کے الفاظ سے لے کر گالی وشتم پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ظلم کا اطلاق معمولی لغزش سے لے کر شرک پر بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح ضلال کا اطلاق بھول چوک پر بھی ہوتا ہے اور کفر وغوایت پر بھی چنانچہ قرآن مجید میں ولا الضالین سے مراد نصاریٰ وغیرہ مشرکین ہیں اور حضور سرورِ کائنات محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ووجدک ضآلاً آیا ہے۔ تو کیا دونوں جگہ ایک ہی معنی لیا جائے گا؟ العیاذ باللہ

ہر سخن و قتے و ہر نکتہ مقامے دارد

دفاع یا جارحیّت

مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

(۱) پس آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ غیر صحابی کسی صحابی پر زبان طعن دراز کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ غیر صحابی کی عمر بھر کی عبادت صحابی کی ایک دھڑکن کے برابر نہیں ہو سکتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر کا اکثر و بیشتر حصہ جہاد میں گزرا ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں آپ نے

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہادی مہموں میں نہایت کامیاب اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین کے ایام میں شام کے امیر رہے اور بیس برس کے زمانہ امارت میں رعیت کے کسی ایک فرد کو اعتراض کا موقعہ نہ دیا۔ ان کی قیادت اور امارت میں بری۔ بحری جنگیں لڑی گئیں۔ بہ تحقیق ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جن جن مجاہدین کو دیکھ کر مسرور ہوئے تھے ان کے قائد اوّل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں بے شمار لشکر مختلف علاقوں کی طرف بھیجے اور بہت سی فتوحات ہوئیں۔ الخ (استخلاف یزید ص ۲۴۹)

۲ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرنا ممنوع ہے الخ ص ۲۴۸)۔

۳ میرے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع دین کی ایک اہم خدمت ہے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت کو مجروح و مذبوح کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت کرنا نہ دین کی خدمت ہے نہ اہل السنّت کا موقف (استخلاف یزید ص ۹۱)

تبصرہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کے بارے میں بخاری صاحب موصوف نے مندرجہ عبارتوں میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی کتاب استخلاف یزید میں اس پر عمل نہیں کیا۔ اور بجائے دفاع کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مفصل تنقید و جرح کر کے جارحیت کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ صفحات میں ان کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ وہی طرز عمل ہے جو عباسی اور ان کی پارٹی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کی آڑ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اختیار کیا ہے کہ کھلم کھلا خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طعن و تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل میں اسی امر کی نشاندہی کر دی ہے۔

جارحیت کا نمونہ

مولانا لعل شاہ صاحب بخاری لکھتے ہیں:

معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ کرنے کا الخ۔

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مسلم ہے کہ سبّ سے مراد وہ مغلظات نہیں جسے گنوار لوگوں کی اصطلاح میں گالی کہا جاتا ہے۔ مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گنوار لوگوں کے لیے یہ مغلظات اتنے عیب ناک نہیں جتنے صحابہ کے لیے معمولی سبّ و شتم۔ بہر حال لاتسبّوا اصحابی (الحدیث) کے تحت جو سب منہی عنہ اور ممنوع ہے اسی سبّ و شتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ (استخلاف یزید ص ۲۲۶)۔

تبصرہ

مولانا لعل شاہ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سبّ سے منع فرمایا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے اہتمام سے ارشاد نبوی کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں۔ فرمائیے! یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع ہے یا جارحیت اس بات کو تسلیم کرنے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی اور دینی پوزیشن کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

(۲) لکھتے ہیں:

"اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عنادل خوش گلو کی نوا سنجی سے وابستہ تھی لیکن میں کبھی کبھی مقدام بن معدیکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کر دیتی۔" (ایضاً ص ۲۳۳)۔

تبصرہ

یہ تمسخر اور ٹھٹھا ہے یا دفاع وعقیدت؟ قبل ازیں اس روایت پر مفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت مقدام نے بعدازاں اسی دربار معاویہ رضی اللہ عنہ سے عطیہ وانعام وصول کیا تھا۔

③ لکھا ہے کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محبوب فرزند نے اپنے زورِ خطابت اور کمال فصاحت و بلاغت میں جہاں زیاد کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے فداک ابی وامی کہہ کر بلائیں لیتے ہیں ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۵)

تبصرہ

یہ جارحیت ہے نہ کہ دفاع؟ شیعیت کا یہی مزاج ہے اور مولانا لعل شاہ صاحب کیوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست پر ناروا حملہ کر رہے ہیں جبکہ ان کے متعلق خود یہ لکھ چکے ہیں کہ:

آپ نے بیس برس کے زمانہ امارت میں رعیت کے کسی ایک فرد کو اعتراض کا موقعہ نہ دیا الخ (استخلاف یزید ص ۲۴۹)۔

یہ عبارت رسالہ ہذا میں نقل کی جا چکی ہے۔ دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

④ لکھتے ہیں:

صفین کی جنگ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصاصِ دمِ عثمان رضی اللہ عنہ سے لڑی ہے۔ اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ کے تحت اس جنگ میں حضرت معاویہ باغی تھے۔ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے دمِ عثمان کی آڑ لی ہے۔ (استخلاف یزید ص ۵۲۶)۔

یہ دفاع ہے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت پر ناپاک حملہ۔ بیشک عقیدہ اہل السنّت والجماعت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے لیکن آپ کی یہ بغاوت صرف صورتاً تھی نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ آپ مجتہد تھے۔ اور آپ سے اس میں خطائے اجتہادی سرزد ہوگئی تھی۔ اور جب مولانا لعل شاہ صاحب خود بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ اور مجتہد مان رہے ہیں تو پھر ان کے اخلاص کو کیوں مجروح کر رہے ہیں۔ اگر نیت میں فساد ہو تو اس کو نہ اجتہاد کہہ سکتے ہیں اور نہ اس پر ایک گونہ اجر ملتا ہے اور پھر جو دوسرے جلیل القدر صحابہ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کیا وہ بھی دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ میں حضرت علی المرتضیٰ سے بغاوت کے مرتکب تھے؟

(ب) یہاں تو مولانا لعل شاہ صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنا یہ نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت چاہتے تھے لیکن پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باطل کا نہیں بلکہ حق کا قصد کیا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اور مقاتلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے محاربین فی الحقیقت باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا۔ الخ (استخلاف یزید ص ۱۸۹)

یہ دونوں عبارتیں آپس میں متضاد ہیں کیونکہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے تو ان کا حق کا قصد کرنا صحیح نہ رہا اور اگر ان کا حق کا قصد کرنا صحیح ہے تو ان پر دمِ عثمان کی آڑ لینے کا الزام بالکل غلط ہے۔

آپ ہی اپنے ذرا طرزِ ادا کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی کی مفصل بحث میں نے کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں کر دی ہے وہاں دوبارہ دیکھ لی جائے اور زیرِ نظر رسالہ میں بھی مختصراً لکھ دیا ہے۔

(ج) مولانا لعل شاہ صاحب کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے۔ کہ اہل السنّت والجماعت کے

عقیدہ کے تحت انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے۔" کیونکہ یہ شیعوں کا عقیدہ ہے نہ کہ اہل السنّت والجماعت کا۔ چنانچہ شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو نے عبارت ذیل میں یہی نظریہ پیش کیا ہے:

باقی رہے اہل صفین (معاویہ وغیرہ) تو ان کی بغاوت بھی ظاہر ہے۔ اگر اس سلسلے میں پیغمبر اسلام کا صرف یہی ایک ارشاد موجود ہوتا جو حضور نے عمار سے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا تو مدعا کے اثبات کے لیے کافی تھا۔ پھر یہ بھی تو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ علیؑ کی مخالفت کرنے کی اہلیت بھی کب رکھتا تھا لیکن اس نے سرداری اور دنیا طلب کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسے لوگوں کے ذریعے سے جو بالکل بے وقوف تھے اور معروف ومنکر کو نہیں پہنچانتے تھے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو دھوکا دیا کہ وہ عثمان کا قصاص لینا چاہتا ہے اس کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی چنانچہ ان لوگوں نے معاویہ کے لیے جان ومال کی قربانیاں دیں اور اس کے سچے خیر خواہ بن گئے۔" (تجلیات صداقت، ص۴۸۶)۔

مقامِ عبرت

مندرجہ بالا چار عبارتوں کے پیش نظر کوئی صاحب عقل وانصاف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولانا لعل شاہ بخاری نے ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی تعریف وتوصیف کی ہے یا ان کا دفاع کیا ہے بلکہ یہی فیصلہ کرے گا کہ ان عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھلم کھلا استہزاء واستخفاف اور طعن وتنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اگر یہی عبارات الٹ کر مولانا لعل شاہ صاحب پر چسپاں کر دی جائیں تو وہ ان سے اپنی صریح توہین سمجھیں گے اور اغلب ہے کہ وہ ازالہٗ حیثیتِ عرفی کا اپنی طرف سے استغاثہ دائرہ کر دیں بلکہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب جیسے پانچویں سوار بھی اس قسم کی عبارتوں کو اپنے لیے توہین ہی سمجھیں گے۔ کیا پھر بھی اس سے عبرت نہیں پکڑتے۔ فاعتبروا یاولی الابصار

حضرت صدیق و فاروق پر تنقید

بعنوان ''ایک شبہ کا ازالہ'' مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

''سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی بغیر مشورہ کے صرف حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے معرض وجود میں آئی تھی۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ واقعی صدیق اکبر کی خلافت صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اچانک اور دفعتاً بیعت سے معرض وجود میں آئی تھی۔ اس کے لیے اہل حل و عقد کی کسی مجلسِ مشاورت نے فیصلہ نہیں کیا تھا۔ اس بارہ میں حضرت عمر الفاروق کا وضاحتی بیان موجود ہے۔ صحیح بخاری میں ایک طویل روایت ہے کہ آپ جب زندگی کے آخری ایام میں حج پر تشریف لے گئے وہاں ان کی سماعت میں ایک بات آئی کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائے تو میں فوراً فلاں شخص کی بیعت کر لوں گا، پس وہ خلیفہ بن جائے گا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اسی طرح منعقد ہوئی تھی۔ الخ (استخلاف یزید ص ۵۳۳)

اسی سلسلہ میں مولانا لعل شاہ مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خطبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس خطبہ میں جہاں اور چیزیں بیان کیں نہایت اہتمام سے اس امر کا تذکرہ بھی کیا۔ میں نے سنا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ مر گیا تو میں فلاں کی بیعت کرلوں گا۔ خبردار۔ ابوبکر کی بیعت سے دھوکا نہ کھانا وہ اچانک ہوئی اور پوری ہوگئی۔ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی کہ سب کی گردنیں جھک گئیں۔ اب ابوبکر کی شخصیت کون ہوسکتا ہے۔ ہم مشورہ کے لیے جمع ہو رہے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہوئے ہیں۔ وہ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ہم نے عجلت سے کام لیا۔ وہاں پہنچے۔ حضرت ابوبکر کے تدبر و تحمل سے بات بن گئی

انہوں نے میرے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ تم ان میں سے جس کو چاہو بیعت کرلو لیکن میں نے خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ پھر تمام لوگ ٹوٹ پڑے اور انہوں نے بھی بیعت کرلی۔

(ایضاً استخلاف یزید ص ۵۳۴، بحوالہ صحیح بخاری جلد ثانی ص ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰)

② اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''راقم السطور مکرر عرض کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت انصار موجود تھے اور سعد بن عبادۃ کے بغیر جمیع انصار نے بیعت کرلی تھی اور مہاجرین کے بعض معتمد علیہ افراد موجود تھے جنہوں نے برموقعہ بیعت کرلی تھی اور جو برموقعہ موجود نہ تھے انہوں نے بھی بر[illegible] بیعت کرلی تھی۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قلوب مکدّر رہتے کہ ہم سے بے اعتنائی برتی گئی، ہمیں مشورہ میں نہیں بلا گیا حالانکہ ہم اس امر کے مستحق تھے۔ لیکن حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا بیان اس بارہ میں غیر مبہم ہے کہ اگر ہم بعجلت معاملہ نہ کرتے اور مشورہ تک معاملہ ملتوی کرتے تو فساد کا اندیشہ تھا تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زندگی بھر اس کوتاہی کا ملال رہا چنانچہ کلب عقور ① نے انہیں زخمی کیا اور آپ قریب المرگ ہوگئے۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو حاضر ہو رہے تھے۔ عمِ رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متاسف پایا۔ گویا کسی ذہنی کشمکش اور کرب و اضطراب میں ہیں۔ عرض کیا کہ امیر المومنین یہ کیا جزع فزع ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسنِ مصاحبت کی ہے کہ وہ آپ سے راضی ہوکر گئے ہیں۔ پھر ابوبکر کی مصاحبت کی کہ وہ بھی آپ کی حسنِ مصاحبت سے راضی ہوگئے۔

---

① کاٹنے والا کتا یعنی ابولولو فیروز مجوسی

پھر مسلمانوں سے آپ کی صحبت کا یہی حال رہا۔ اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے۔ وہ سب آپ سے راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ساری باتیں جو تو کہتا ہیں، درست ہیں۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی گئے۔ (ماتری من جزعی فھو من اَجلک ومن اجل اصحابک) لیکن تو جو کچھ میری جزع دیکھ رہا ہے وہ تیری وجہ سے ہے اور تیرے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت جب کہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی تھی کہ انہوں نے بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب علیؓ و زبیرؓ کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جس کی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی کر چکے تھے۔ جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔ (ایضاً ص ۵۳۶)

تبصرہ

① اس سلسلہ میں مولانا لعل شاہ صاحب کی عبارت کا اکثر حصہ یہاں نقل کر دیا گیا ہے تا کہ قارئین صحیح بخاری کی حدیث کے مضمون کو سمجھ سکیں اور کسی کو اس اعتراض کا موقعہ نہ ملے کہ سیاق وسباق کو نظر انداز کر کے کوئی غلط نتیجہ نکالا گیا ہے۔

② یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس بات سے رنجیدہ تھے کہ ان کو مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس معاملہ میں معذور تھے کیونکہ حالات کے تحت معاملہ جلدی کا تھا۔ ادھر حضرت علیؓ وغیرہ کفن ودفنِ نبوی میں مشغول تھے اور وہ خدمت بھی اہم تھی۔

③ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی اختلاف رکھتے تھے لیکن بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی بعد میں بیعت کر لی تھی چنانچہ تاریخ طبری میں ہے:

تتابع القوم علی البیعة وبایع سعد. یعنی لوگوں نے پے در پے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حضرت سعدؓ نے بھی بیعت کی۔

حافظ ابن حجر ھیتمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ان الصحابه رضوان الله علیهم اجمعوا علی ذلک وان ماحکی من تخلف سعد بن عبادة عن البیعة مردود. (صواعق محرقہ ص ۷)

صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر اجماع کیا اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے بیعت سے تخلف کیا تو یہ مردود ہے۔

حافظ ابن حجر ہیتمیؒ نے ''صواعق محرقہ'' میں بحوالہ نسائی وحاکم وغیرہ ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس سے حضرت سعد بن عبادہ کا بیعت کرنا ثابت ہوتا ہے لیکن بخوف تطویل ہم یہاں اس کو نقل نہیں کرتے بہرحال راجح یہی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔

④ مولانا لعل شاہ صاحب نے صحیح بخاری کی دو روایتوں کا یہاں ذکر کیا ہے۔جن میں سے ایک مناقبِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باب میں ہے اور دوسری کتاب الحدود باب ''رجم الحبلی فی الزنا اذا احصنت'' میں ہے لیکن شاہ صاحب موصوف نے اس باب کا حوالہ نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افترا

مولانا لعل شاہ صاحب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق جو یہ لکھا ہے کہ:

آخری وقت جب کہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی ہی تھی کہ انہوں نے بیعت ابی بکرؓ کے وقت حضرت عباسؓ اور ان کے اصحاب علیؓ و زبیر رضی اللہ عنہ کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جس کی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی

کر چکے تھے لیکن جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔ (استخلاف یزید ص ۵۳۶)

نیز لکھا ہے:

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زندگی بھر اس کوتاہی کا ملال رہا۔ (استخلاف یزید ص ۵۳۵)

الجواب: ① روایت بخاری کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ساری زندگی اس کا ملال رہا کہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے بیعت ابی بکرؓ کے وقت مشورہ نہیں کیا۔ آپ نے اپنے خطبہ یا مرض الموت میں یہ بات بطور کوتاہی کے نہیں بلکہ بطور اظہار واقعہ بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ روایت میں تصریح ہے کہ جب آپ نے سنا کہ:

فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائے تو میں فوراً فلاں شخص کی بیعت کر لوں گا۔ پس وہ خلیفہ بن جائے گا۔ ابوبکر صدیق کی خلافت بھی اسی طرح منعقد ہوئی تھی۔

تو آپ نے اس شخص کے نظریہ کی تردید ضروری سمجھی اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ:

خبردار ابوبکر کی بیعت سے دھوکا نہ کھانا وہ اچانک ہوئی اور پوری ہوگئی۔ وہ ابوبکر کی شخصیت تھی کہ سب کی گردنیں جھک گئیں۔ اب ابوبکر کی شخصیت کون ہو سکتا ہے۔ الخ (استخلاف یزید ص ۵۳۳، بحوالہ بخاری)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اچانک بیعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حالات کے تحت ہم معذور تھے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اس طرح کی بیعت تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت کے متعلق ہی ہو سکتی تھی کہ اس میں سب کی گردنیں جھک گئیں لیکن اس سے کوئی یہ نتیجہ نہ نکالے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی بغیر مشورہ کے کسی صحابی کی بیعت کر لینا صحیح ہوگا اور اس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کوتاہی اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ آپ اس میں معذور تھے۔ فوری طور پر حضرت عباسؓ،

حضرت علیؓ، اور حضرت زبیرؓ سے مشورہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اگر مشورہ کے لیے انتظار کرتے تو ابتدا میں انصار کی اپنی رائے کی وجہ سے عالم اسباب میں انتخابِ خلیفہ کے سلسلہ میں انتشار کا خطرہ تھا اور کوتاہی وہ ہوتی ہے جس میں کوئی حقیقی معذوری نہ پائی جائے۔ حالانکہ ان حضرات کے لیے یہاں صحیح عذر درپیش تھا اور پھر ان کی اس رائے پر اجماع بھی قائم ہوگیا۔

② اور اگر بالفرض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کوتاہی ہے کہ آپ نے مذکورہ حضرات سے مشورہ نہیں کیا تو ان سے زیادہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس میں کوتاہی لازم آئے گی کہ آپ نے ان حضرات سے مشاورت سے قبل تنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کو کیوں قبول فرما لیا۔ اگر ایسا ہوتا تو وفات کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اپنی اس کوتاہی سے متاسف ہوتے بلکہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی وہ بھی زندگی بھر متاسف رہتے اور دوسرے تمام مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہمیشہ افسوس کرتے رہتے کہ ہم نے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تائید کے بیعت میں کیوں سبقت کی۔ کیا مولانا لعل شاہ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ واضح بات ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد وہاں سوائے حضرت سعد بن عبادہ کے تمام انصار نے بیعت کر لی اور جو مہاجرین صحابہ وہاں موجود تھے انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ جیسا کہ مولانا لعل شاہ خود بھی لکھ رہے ہیں اور بعدازاں مسجد نبوی میں بیعتِ عامہ ہوئی تو اس سے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اصابت رائے ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے انتخاب خلیفہ کی سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے تائید کی اور ایک قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعتِ عامہ کے وقت بیعت کر لی تھی اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد پھر دوبارہ بیعت کی تاکہ بعض منافقین کے اس پروپیگنڈے کا ازالہ ہوجائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متفق نہیں۔

④ قرآن مجید کی آیت استخلاف (سورۃ النور ع ۷) اور آیت تمکین (سورۃ الحج ع ۶) کے وعدۂ خداوندی کے تحت چاروں خلفائے راشدین (یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو خلافت راشدہ موعودہ عطا ہوئی جن میں پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آپ کو خلیفہ بنایا ہے اور آپ کی خلافت بلافصل کے لیے خود ہی حالات و اسباب پیدا کر دیئے ہیں جن میں سے پہلا سبب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے سقیفۂ بنی ساعدہ میں آپ کو خلیفہ منتخب کرنا ہے۔ بعدازاں جس کی تائید تمام مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا سابق مشورے کے اچانک خلیفہ منتخب کرنا یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی کوتاہی نہیں بلکہ خاص توفیقِ حق ہے۔ بندہ نے مذکورہ دونوں آیات کی تشریح اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل میں کر دی ہے کاش کہ مولانا لعل شاہ ان دونوں آیتوں کا تقاضا اور مصداق سمجھ لیتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف اس قسم کی کوتاہی کی نسبت نہ کرتے۔

⑤ مولانا بخاری صاحب یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:

''لیکن جس مصلحت کے پیشِ نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔'' (ص ۵۳۶)

جب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پیش نظر وہ مصلحت بمراتب احسن ہے تو پھر اس احسن کو کوتاہی کون کہہ سکتا ہے۔

سخن شناس نۂ فاضلا خطا اینجاست

ایک اور افتراء

اسی سلسلہ میں مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

جب کلب عقور (یعنی ابولولؤ فیروز) نے انہیں زخمی کیا اور آپ قریب المرگ

ہوگئے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو حاضر ہو رہے تھے۔ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متاسف پایا۔ گویا کسی ذہنی کشمکش اور کرب و اضطراب میں ہیں۔ عرض کیا امیر المومنین یہ کیا جزع فزع ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حُسنِ مصاحبت کی ہے کہ وہ آپ سے راضی ہوکر گئے ہیں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مصاحبت کی وہ بھی آپ کی حسنِ مصاحبت سے راضی ہوگئے پھر مسلمانوں سے آپ کی صحبت کا یہی حال رہا اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے وہ سب آپ سے راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ساری باتیں جو تو نے کی ہیں درست ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی ہوگئے (**ما تری من جزعی فھو من اجلک ومن اجل اصحابک**) لیکن تو جو کچھ میری جزع دیکھ رہا ہے وہ تیری وجہ سے ہے اور تیرے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت جبکہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی تھی کہ انہوں نے بیعتِ ابی بکر کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب علی رضی اللہ عنہ و زبیر کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جس کی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی کر چکے تھے لیکن جس مصلحت کے پیشِ نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔" (ص ۵۳۶)۔

تبصرہ

مولانا لعل شاہ صاحب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کی جو روایت پیش کی ہے یہ صحیح بخاری باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ہے جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

لما طعن عمر جعل یألم فقال له ابن عباس و کانه یجزعه یا امیر المومنین الخ اس روایت کا اردو ترجمہ مولوی وحید الزماں صاحب کا حسبِ ذیل

ہے: جب حضرت عمر (خنجر سے) زخمی کیے گئے (عین نماز میں) تو بے قراری کرنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کو تسلی دینے لگے۔ امیر المومنین کچھ اندیشہ نہیں ہے (تم نہیں مروگے یا اگر مرو تو فکر نہ کرنا چاہیے) تم نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی الخ (تیسیر الباری شرح البخاری جلد ۳۔ کتاب المناقب ص ۵۴۸)۔

مندرجہ روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہو رہی ہے نہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے۔ لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

عم رسول حضرت عباس بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متاسف پایا الخ

یہ ہے کھلا افترا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ بنا لیا۔ اور پھر اس بنیاد پر یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات کے وقت اپنی اس کوتاہی پر افسوس کر رہے تھے کہ آپ نے حضرت عباس حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی خلافت کے سلسلہ میں مشورہ نہ کیا۔ یہ واقعہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ ان سے مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ لیکن زخمی ہونے کی حالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گفتگو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی نہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ فرما رہے ہیں کہ:

اما ما تری من جزعی فھو من اجلک و اجل اصحابک: تم جو میری بے قراری دیکھتے ہو (وہ کوئی زخم یا تکلیف کے درد سے نہیں) بلکہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی فکر سے ہے الخ۔ (ترجمہ مولوی وحید الزمان)۔

اس کے حاشیہ میں مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں:

یعنی مجھ کو تم لوگوں کی فکر ہے کہ معلوم نہیں میرے بعد تم پر کون ہوگا اور وہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرے۔ سبحان اللہ رعایا پروری اور غریب نوازی۔ رضی اللہ عنہ۔

(ایضاً تیسیر الباری ص ۵۴۹)

لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مخاطب عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ اس لیے انہوں نے روایت کے ان الفاظ (ماتری من جزعی فھو من اجلک ومن اجل اصحابک) کا مصداق حضرت عباس اور ان کے اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات پر افسوس کررہے تھے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں مشورہ کیوں نہیں لیا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تاثریا می رود دیوار کج

اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی یہ معمہ حل کریں کہ ان کے فقیہ استاد شیخ نے صحیح بخاری کی حدیث میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کیوں بنالیا یعنی بیٹے کو باپ قرار دے دیا۔ شارحین حدیث نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی پریشانی کی جو توجیہات بیان کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

① حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

واما آنچہ می بینی تو از ناشکیبائی من پس آں از بہر تست و از بہر یاران تو یعنی از جہت غم مسلمانان است کہ حالِ ایشاں چہ خواہد بود و چہ خواہند کرد۔" (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۵۰)۔ "یعنی (اے ابن عباس رضی اللہ عنہ) جو کچھ آپ میری بیقراری دیکھ رہے ہیں تو یہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ہے۔ یعنی مسلمانوں کے غم کی وجہ سے ہے کہ ان کا کیا حال ہوگا۔ اور وہ کیا کریں گے۔"

② علامہ علی قاری محدث حنفی لکھتے ہیں:

من جهة انی اخاف علیکم من وقوع الفتن بینکم لماکان کا لباب لیسد المحن ومع هذا کله اخاف ایضًا علی نفسی ولا اٰمن من

عذاب ربی ......وانما قال ذلک لغلبة الخوف الذی وقع له فی ذلک الوقت من خشیة التقصیر فیما یجب من حقوق الله اومن الفتنة بمدحهم کذا فی الفتح الباری و قال الطیبی کانه رضی الله عنه رّجع جانب الخوف علی الرجاء لما اشعر من فتن تقع بعده فی اصحاب رسول الله ﷺ فجزع جزعًا علیهم و ترحما لهم ومن استغناء الله تعالیٰ علی العالمین" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ص ۳۱۰)

میری بیقراری کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تمہارے درمیان فتنے واقع ہوں گے۔ کیونکہ آپ مثل دروازہ کے تھے جو مصیبتوں کو روکتا ہے اور ان سب باتوں کے باوجود مجھے اپنی ذات کا خوف ہے۔ اور میں اپنے رب کے عذاب سے ماموں نہیں ہوں۔ اور آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ آپ پر اُس وقت خوف غالب تھا بوجہ اس کے کہ اللہ کے حقوق واجبہ میں ان سے تقصیر ہوگئی ہو بوجہ لوگوں کی مدح کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے ایسا ہی فتح الباری میں ہے۔ اور طیبی کہتے ہیں گویا کہ بہ نسبت امید کے آپ پر خوف کا رجحان غالب تھا کیونکہ آپ ان فتنوں کو سمجھ رہے تھے۔ جو آپ کے بعد اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں واقع ہونے والے تھے۔ لہٰذا آپ ان کی وجہ سے بے قراری ظاہر کر رہے تھے اور یہ آپ کی ان پر رحمت کی وجہ سے تھا۔ آپ کی یہ پریشانی اس وجہ سے بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے (جو چاہے کر سکتا ہے)۔

③ حافظ ابن حجر عسقلانی بھی فرماتے ہیں:

ای من جهة فکرته فیمن یتخلفه علیهم اومن اجل فکرته فی سیرته التی سارها فیهم وکانه غلب علیه الخوف فی تلک الحالة مع هضُم نفسه وتواضعه لربه." (فتح الباری جلد ہفتم ص ۴۳)۔

یعنی آپ اس فکر کی وجہ سے پریشان تھے کہ کس کو ان پر خلیفہ بنائیں یا آپ نے

جس طرح ان میں خلافت کا کام کیا ہے اس کی وجہ سے فکر مند تھے۔ گویا کہ اس حالت میں آپ پر خوف غالب تھا بوجہ کسر نفسی کے اور بوجہ اپنے رب کے سامنے تواضع اور عاجزی کرنے سے۔

④ حافظ بدرالدین عینی محدث لکھتے ہیں:

ای جزعی من اجلک واجل اصحابک قال ذلک لماشعر من فتن تقع بعده" (عمدۃ القاری جلد ۱۶ ص ۲۰۰)۔

یعنی میری بیقراری آپ کی وجہ سے اور آپ کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ ان فتنوں کو سمجھ رہے تھے۔ جو آپ کے بعد واقع ہونے والے تھے۔

یہ ہیں شارحین حدیث کی بیان کردہ توجیہات۔ اور کسی محدث نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پریشانی اور بیقراری کی وہ وجہ بیان نہیں کی جو مولانا لعل شاہ صاحب نے اختراع کی ہے کہ آپ کو اس وجہ سے پریشانی تھی کہ انتخاب خلیفہ کے وقت انہوں نے حضرت عباس، حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیوں نہیں کیا تھا۔ اور پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جس بنیاد پر مولانا بخاری یہ توجیہ پیش کر رہے ہیں (یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات کی) اس کا زیر بحث حدیث میں نام ونشان نہیں ملتا۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خطاب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے نہ کہ ان کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

ایک اہم نکتہ

مولانا لعل شاہ بخاری نے انتخاب خلیفہ کے سلسلہ میں مشاورت کی ضرورت کے سلسلہ میں جو آیات واحادیث پیش کی ہیں وہ نفسِ خلافت کے بارے میں ہیں۔ اسی لیے

اہل السنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت وامارت کا مسئلہ فروعی ہے نہ کہ اصولی۔ لیکن خلفائے اربعہؓ اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے لیے مشورہ ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ ان کی خلافت بوجہ اقتضاء النص قرآن سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ نے بلا اظہار نام انہی کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ آیتِ استخلاف اور آیتِ تمکین میں موعودہ خلفاء کی علامات و صفات جو ذکر فرمائی ہیں ان کا مصداق صرف یہی چار یارؓ ہیں۔ عالم اسباب میں گو ان چاروں خلفاء کا انتخاب مختلف طریق سے ہوا ہے لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت ہو رہا تھا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ا. الہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہیں چار یارؓ کے لیے تھا۔

(ہدیۃ الشیعۃ ص ۵۶۔ یہ حوالہ خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۴۰ پر بھی ملاحظہ فرمالیں)

خلاصہ یہ ہے کہ ان چار یارؓ کی خلافت مشورہ کی محتاج نہیں ان کے لیے مشورہ ضروری نہیں تھا۔ یہ رب العالمین کا اپنا کام تھا کہ قرآنی وعدہ جس صورت میں چاہے پورا کردے۔ اسی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے ان خلفائے اربعہؓ کی خلافت کو اصول میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

لاجرم نور توفیق الٰہی در دل ایں بندہ ضعیف علمے رامشروح ومبسوط گردانید تا آنکہ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگواراں اصلے است از اصول دین تاوقتیکہ ایں اصل را محکم نگیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود الخ۔ لہٰذا توفیق الٰہی کی روشنی نے اس بندۂ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین

کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل ہے اصول دین سے۔
جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے
مضبوط نہ ہوگا۔ الخ

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم حصہ اول ص ۸) ترجمہ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ)

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ نے مسئلہ خلافت پر مفصل بحث کی ہے اور آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق انہی خلفائے اربعہ (چار یارؓ) کو قرار دیا ہے۔

خلافتِ صدیقی رضی اللہ عنہ اور مولانا لعل شاہ

مولانا لعل شاہ صاحب اسی انتخاب خلیفہ کی بحث میں لکھتے ہیں:

راقم السطور کہتا ہے کہ رحمت خداوندی نے دستگیری کی۔ امت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہوگئی۔ اگر بالفرض ان پر امت متفق نہ ہوتی اور بیعت خلافت کے لیے وہ تلوار اٹھاتے تو وہ بھی یقیناً ملوکیت ہوتی۔ خلافت راشدہ نہ ہوتی۔ وٰلکن لیقضی اللہ امراً کان مفعولا۔ وعداللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحت لیستخلفھم فی الارض کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سچا کر دیا۔ الخ (استخلاف یزید، ص ۵۳۴)

تبصرہ

① جب آپ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ رحمت خداوندی سے امت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہوگئی تو اس اتفاق امت کی بنیاد تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تدبیر ہی تھی جس کے اندر رحمتِ خداوندی کارفرما تھی پھر ان کی اس تدبیر کو کوتاہی کیونکر قرار دے رہے ہیں جس کی وجہ سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ساری عمر افسوس کرتے رہے کیا رحمت خداوندی کا ظہور بھی باعث افسوس ہوا کرتا ہے؟

② اگر آپ کا نظریہ بالفرض صحیح مان لیا جائے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی

خلافت کو راشدہ کیونکر کہہ سکتے ہیں جبکہ آپ کی بیعت پر امت کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن باوجود اس کے آپ نے اپنی خلافت کے تحفظ کے لیے تلوار اٹھائی تو آپ کے پیش کردہ اصول کے تحت کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت ملوکیت نہ ہوگی؟ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہمارے نزدیک تو چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی خلفائے ثلٰثہ کی طرح قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ ہے اس لیے امت کے عدم اتفاق سے اس پر اثر نہیں پڑتا۔

③ یہی مولانا لعل شاہ صاحب جو امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر بالفرض کے طور پر کر کے ایک ضابطہ پیش کر رہے ہیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان روایات کا جواب دیتے ہیں (جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کے لوگ آپ کا حکم نہیں مانتے تھے اسی لیے آپ ان سے مایوس رہتے تھے۔ (اور اس بات کا ثبوت نہج البلاغۃ میں حضرت علی المرتضیٰ کے خطبوں سے بھی ملتا ہے اور روضہ کافی ص ۲۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ کے ایک مفصل خطبہ سے بھی ظاہر ہے) تو لکھتے ہیں کہ:

> اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی البتہ قوم کی شقاوت اور بدنصیبی ہوتی کہ اس نے امام برحق خلیفہ راشد کی اطاعت سے سرتابی کی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اگر قوم کی بدعنوانیوں سے تنگ آ کر پکار اُٹھتے ہیں کہ رَبِّ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ تو بتایئے ان کی نبوت میں کیا فرق آیا؟ (استخلاف یزید، ص ۵۲۹)۔

ہمارا سوال

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قرآن کے پہلے موعودہ خلیفہ راشد ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر امت متفق نہیں ہوئی اور جنگِ جمل اور جنگ صفین تک نوبت پہنچی۔ علاوہ ازیں آپ کا اپنا گروہ بھی آپ

کی نافرمانی کرتا تھا لیکن باوجود اس کے آپ کی خلافت راشدہ میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اگر امت متفق نہ ہوتی تو آپ کی خلافت کو خلافت راشدہ کی بجائے ملوکیت قرار دیا جاتا۔ فرمائیے کیا یہ اپنے پیش کردہ ضابطہ کے باوجود حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی ناجائز طرفداری نہیں ہے؟ آخر یہ فرق کیوں؟ کیا آپ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو خدا کا نامزد خلیفہ تو نہیں قرار دیتے؟ اور اس تحقیق کی روشنی میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی بتائیں کہ کیا آپ کے پاس ناپ تول کے دو دو پیمانے تو نہیں ہیں ایک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے اور دوسرا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لیے؟

طعنِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وبال

اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ معصوم نہیں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی اکثریت محفوظ ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو شاذ و نادر بعض گناہوں کا صدور ہوا ہے اس پر ان کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی ہے اور انکا خاتمہ کامل ایمان پر ہوا ہے۔ ان کو اس جہان میں رضی اللہ عنهم و رضوا عنه کی ابدی سند ملی ہے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آخرت کے عذاب سے مامون ہوں گے۔ ① چنانچہ حق تعالٰی فرماتے ہیں:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ.

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اس آیت کے ترجمہ وتشریح میں لکھتے ہیں:

یعنی قیامت کے دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ان کے ساتھ ان کا نور ہوگا کہ دوڑے گا سامنے ان کے اور داہنے ان کے۔

یہ اس بات کو جتاتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ عذاب نہ ہوگا اور بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ان کا نہ مٹے گا نہ زائل ہوگا۔ اور اگر نور حبط (ضائع) ہو جائے اور جاتا رہے تو قیامت میں کیونکر ان کے کام آئے۔

(تحفہ اثنا عشریہ مترجم جلد ثانی ص ۲۰۳)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

غور فرمایئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ تمام ایمان لانے والے (صحابہ کرام) کو خوشخبری دیتا ہوا وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو رسوا اور ذلیل نہ کرے گا۔ ان کو وہ نور اور روشنی عطا فرمائے گا جو کہ ان کے آگے اور دائیں دوڑتی ہوگی اور ان کی مانگ اتمام نور اور طلب مغفرت کو پورا کرے گا۔ حسن عاقبت کی ایسی قوی شہادت کے بعد کیا کسی صحابی کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ معیار حق نہیں ہیں اُن پر تنقید و جرح کی جا سکتی ہے اور ان کی تقلید سے روگردانی جائز ہے۔ کیا مودودی صاحب کی یہ دفعہ نمبر ۶ قرآن کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے اور کیا ان سے یہ مخالفت فروعی ہے یا اصولی؟ اور مودودی صاحب کسی ایک فرد کو بھی نہ معیار حق ماننے دیتے ہیں نہ تنقید سے مبرا کرتے ہیں۔ یاللعجب (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

حضرت مجددؒ کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی امام ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

الصحابة کلھم من اھل اجنته قطعاً ''تمام صحابہ قطعاً جنتی ہیں''

(رسالہ رد الروافض ص ۱۴) نیز ملاحظہ ہو الفصل فی الملل والنحل ج ۴، ص ۱۴۸)۔

بہرحال جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی مانتا ہے اس آیت کے تحت اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی سیدھے جنت میں جائیں گے اور دوزخ کی آگ ان کو چھو بھی نہیں سکتی۔

(۲) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷۳ فرقوں میں سے ایک فرقہ کو ناجی قرار دیا ہے یعنی

جہنم سے نجات پانے والا تو یہ وہ مسلمان ہیں جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہیں یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت (طریقہ) کے علاوہ اصحابِ رسول ﷺ کے طریقہ کو بھی ماننے والے ہیں۔ اس ارشادِ رسالت سے تمام صحابہ کرام کا معیارِ حق ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جب مابعد کی امت کے دوسرے مسلمان باتباعِ صحابہ نجات پانے والے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کوئی مسلمان یہ بدظنی نہیں رکھ سکتا کہ ان کو جہنم کا عذاب بھی ہوگا (خواہ کسی درجہ میں بھی ہو)۔

③ خود نبی کریم ﷺ نے مابعد کی امت کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

الله الله فی اصحابی لاتتخذو هم غرضاً من بعدی فمن احبهم فبحبی احبَّهُمْ ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی الله ومن آذی الله فیوشک ان یاخذه. (مشکوٰۃ شریف)

اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے معاملہ میں۔ ان کو اپنی مذمتوں کا نشانہ مت بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت سے ان سے محبت کی اور جس نے ان کو مبغوض رکھا تو مجھ سے بغض سے مبغوض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی تو مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ ارشاد اپنے تمام اصحاب کے بارے میں ہے جس میں تمام صحابہ پر طعن و جرح کرنے سے منع فرمادیا ہے جس میں ہر قسم کی تنقیص و توہین۔ تمسخر و استہزاء شامل ہے۔

مسلک اہل السنّت والجماعت

اسی قسم کی آیات و احادیث کی روشنی میں اہل السنّت والجماعت کا یہ متفق علیہ مسلک

ہے کہ کسی صحابی پر بھی تنقید و جرح اور طعن و استہزاء جائز نہیں ہے۔ چنانچہ:

① ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں:

اذا رأیت الرجل ینقص احداً من اصحاب رسول الله ﷺ فاعلم انه زندیق الخ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد اوّل مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانی)۔

جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ الخ

② محقق ابن ہمام حنفی اور علامہ ابو الشریف شافعی رحمہما اللہ مسائرہ اور اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں:

واعتقاد اهل السنة والجماعة تزکیة جمیع الصحابة رضی الله عنهم وجوبا باثبات العدالة لکل منهم والکف عن الطعن فیهم والثنآء علیهم کما اثنا الله سبحانه وتعالیٰ علیهم اذ قال کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَقال تعالیٰ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ الخ:

اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے وجوب تزکیہ کا ہے کہ ان سب کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے اور ان کی ایسی ثنا اور صفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جتنی امتیں لوگوں کے لیے بنائی گئی ہیں ان میں تم سب سے بہتر ہو اور فرماتا ہے ہم نے تم کو متوسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ الخ (ایضاً مودودی عقائد اور دستور کی حقیقت)

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اہم ہے آپ مجتہد بھی ہیں اور کاتب وحی و فرامین نبوی بھی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد آپ ۱۹/۲۰ سال وسیع ترین مملکت اسلامیہ کے سربراہ رہے۔ کفر کی طاغوتی طاقتوں کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ تو ایسے جلیل القدر صحابی پر کون اہل فہم مسلمان زبان طعن دراز کر سکتا ہے۔ اسی بنا پر خصوصی

طور پر علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح الشفاء قاضی عیاض محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من یکون یطعن فی معاویۃ فذاک من کلاب الھاویۃ.

یعنی جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے وہ دوزخ کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

اور یہی حوالہ بریلوی مسلک کے پیشوا مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کی کتاب احکام شریعت حصہ اوّل ص ۵۵ پر منقول ہے۔

سنّی، شیعہ اور خارجی کون ہیں (حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

① پس محبت حضرت امیر شرط تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت خارج گشت و خارجی نام یافت (مکتوبات امام ربانی جلد دوم مکتوب نمبر ۶۳)

اہل سنت ہونے کے لیے حضرت امیر یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور خارجی نام پایا۔

(یہ حوالہ کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۷۱ پر بھی منقول ہے)۔

② فرماتے ہیں:

عدم محبت اہل بیت خروج است و تبری از اصحاب رفض و محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمیع اصحاب کرام تسنن (ایضاً مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۶۳) ''اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت اور اصحاب سے بیزاری رفض و شیعیت اور محبت اہل بیت باوجود تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر سنیت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنیت۔ رافضیت اور خارجیت کی کتنی جامع تعریف

فرمائی ہے۔ ہر سُنّی مسلمان کا عقیدہ و عمل اس کے مطابق ہونا چاہیے۔ مولانا لعل شاہ بخاری اور مہر حسین شاہ صاحب بخاری خوب غور و فکر کر کے استخلاف یزید اور کھلی چٹھی کے مندرجات کو اس کسوٹی پر پرکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

واللہ الھادی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع

بندہ عاجز نے ''خارجی فتنہ'' حصہ اول ص ۱۷۵-۲۷۵ پر بعنوان: ''دفاعِ خلفائے راشدین'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھا ہے کہ:

اسی اصول کے تحت اگر کوئی شخص دور خلافت مرتضوی میں (ازروئے سیاست و خلافت) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برتری کا قائل ہوگا تو ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اوران کی موعودہ خلافت کا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے پورا پورا دفاع کریں گے۔ حالانکہ خلفائے اربعہؓ کی مذکورہ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شریک بھی نہیں ہیں۔ اوراس میں کوئی اشتباہ بھی واقع نہیں ہوسکتا۔ البتہ یہاں بھی ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی عظمت کا پورا پورا تحفظ کرتے ہوئے جواب دیں گے تا کہ کسی پہلو سے ان جلیل القدر صحابی کے بارے میں کسی پہلو سے کوئی تنقیص وتوہین لازم نہ آئے اور حضرات اکابر اہل سنت نے یہی طرزِ تحقیق اختیار فرمایا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اجتہادی خطاء منسوب کرنے کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ اور حسب قول سندیلوی کسی صحابی کی طرف اجتہادی غلطی تسلیم کرنے میں کوئی بے ادبی بھی نہیں ہے (ملاحظہ ہو اظہار حقیقت جلد دوم ص ۴۶۵)۔

(۲) اسی بحث میں بندہ نے یہ لکھا ہے کہ:

البتہ ہمیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخصوص بلند شان کے پیش نظر اور حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ و مجتہد قرار دیتے ہوئے خطاء اجتہادی سے زائد اور کوئی حکم لگانے کا حق نہیں پہنچتا اور خود سندیلوی صاحب کے نزدیک بھی: کسی صحابی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت بے ادبی نہیں۔

(اظہار حقیقت جلد دوم، ص ۴۶۵)۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ان حالات میں معذور تھے اور یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اصل اختلاف حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے نہ لینے پر مبنی تھا چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے الخ (خارجی فتنہ حصہ اول ۵۸۳)۔

③ اسی سلسلہ میں بندہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں یہ لکھا ہے کہ:

اسی طرح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق تمام ملت اسلامیہ نے خلیفہ تسلیم کرلیا تو اب اگر کوئی شخص (خواہ کسی بھی لباس میں ہو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مجروح کرے گا (جیسا کہ فرقہ شیعہ کے بعد مودودی صاحب نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں اس جرم کا ارتکاب کیا ہے) تو ہم عقیدہ اہل السنّت والجماعت کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا پورا پورا دفاع کریں گے جیسا کہ بندہ نے اپنی کتابوں "مودودی مذہب" اور "علمی محاسبہ" وغیرہ میں یہ فریضہ ادا کیا ہے" (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۷۳)

مندرجہ بالا تین عبارتوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق میرا عقیدہ بالکل واضح ہے: مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی جنگ جمل وصفین کی بحث میں بندہ نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف باغی وغیرہ کے الفاظ منسوب کیے ہیں تو وہ اکابر امت سے منقول ہیں اور پھر میں نے جابجا اس کی توجیہ بھی واضح کردی ہے کہ اس سے مراد صورتاً بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہوا ہے۔ اور خطائے اجتہادی پر بھی حسب حدیث بخاری ایک اجر ملتا ہے۔ لہٰذا خطائے اجتہادی کی

نسبت کرنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ تنقیص بھی لازم نہیں آتی۔ مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے جو ان الفاظ کو حقیقت پر مبنی قرار دے کر مجھ پر طعن کیا ہے یہ ان کی کج فہمی ہے یا ناجائز تعصب۔ جیسا کہ پہلے اس پر بحث کر دی گئی ہے۔ اسی طرح مولانا محمد علی سعید آبادی مرحوم کے نام سے ایک کتابچہ بنام ''اصل حقیقت'' کراچی سے شائع ہوا ہے۔ انہوں نے بھی انہی مذکورہ الفاظ کی بنا پر تبرا بازی کا مظاہرہ کیا ہے تو یہ ان کا خارجیانہ غلو ہے۔ اس کتابچہ کا مستقل جواب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ شائع کیا جائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق عموماً مؤرخین اور مصنفین تنقیص و تفریط سے کام لیتے ہیں اور ظاہری روایات کی بنا پر ان کے اجتہادی مقام اور شرفِ صحبتِ نبوی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ زمانہ آزادی اور بے راہروی کا ہے۔ اہل السنّت والجماعت کے تحقیقی مسلک کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ بہرحال اگر مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں افراط و غلو اختیار کیا ہے تو مولانا لعل شاہ صاحب بخاری ان کے بارے میں تنقیص و تفریط کے راستہ پر چلے ہیں جس کے ثبوت میں ان کی متعدد عبارتیں گزشتہ اوراق میں نقل کر کے ان پر تبصرہ کر دیا ہے۔ اور بندہ نے بفضلہٖ تعالیٰ اپنے عقیدہ کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کا فریضہ انجام دیا ہے جس کا اعلان ''خارجی فتنہ'' حصہ اول میں بھی کر دیا گیا تھا۔ شروع میں ارادہ تو مختصر جواب لکھنے کا تھا لیکن درمیان میں بعض مسائل ایسے آ گئے جن میں تفصیل کی ضرورت پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور خلوص و استقامت نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خواب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت

گزشتہ سال ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں بندہ کو بفضلہٖ تعالیٰ چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ منیٰ میں شب جمعہ ۹ ذی الحجہ نماز عشا پڑھ کر جلدی سو گیا تو خواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت

نصیب ہوئی۔ آپ نے بندہ ناکارہ سے معانقہ فرمایا۔ اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ حضرت بندہ نے کتاب ''خارجی فتنہ'' لکھی ہے اگر اس میں آپ کے متعلق کوئی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرمائیں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ باوقار اور سفید نورانی تھا۔ اور بندہ کی معافی کی درخواست پر آپ کے چہرہ پر کوئی ملال ظاہر نہیں ہوا بلکہ حسب سابق شفقت کی نگاہ تھی۔ خواب گو شرعی حجت نہیں ہے۔ لیکن حسب ارشاد رسالت اچھے خواب مبشرات میں سے ہوتے ہیں۔ شرعی دلائل کی بنا پر بندہ اپنی کتاب ''خارجی فتنہ حصہ اول'' سے مطمئن ہے۔ علمائے اہل السنّت والجماعت نے اصل مسئلہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کی تائید و تصویب بھی کردی ہے۔ البتہ منیٰ کے مقدس مقام میں ایام حج کے دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت و معانقہ بندہ کے لیے ایک بڑی سعادت ہے۔ جس سے مزید اطمینان نصیب ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین، تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام تمام ازواج مطہرات (امہات المومنین) رضوان اللہ علیہم اجمعین کی درجہ بدرجہ عقیدت و محبت عطا فرمائیں۔ ان کے بارے میں ہر قسم کی تنقیص و بے ادبی سے بچائیں۔ اعتقادی اور عملی فتنوں سے محفوظ رکھیں اور مذہب اہل السنّت والجماعت کی اتباع، تبلیغ، خدمت اور نصرت و دفاع کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل سنت

مظہر حسین غفرلہ

خطیب مدنی جامع مسجد چکوال

و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۶ رذی الحجہ ۱۴۰۴ھ ۳ رستمبر ۱۹۸۴ء

حضرت قاضی صاحب اور بخاری صاحب کا موقف

دارالعلوم دیوبند کے اصحابِ افتاء کا محاکمہ

''قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل السنّت والجماعت اور علمائے دیوبند کے مطابق ہے۔ اور بخاری لعل شاہ کا موقف اس باب میں غیر معتدل اور شیعی مزاج کے مطابق ہے۔ استفتاء اور جواب استفتاء حسبِ ذیل ہے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی و معظمی عالی جناب مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم العالی دارالعلوم دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مؤدبانہ عرض ہے کہ یہاں پر ایک کتاب بنام ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واستخلافِ یزید'' (مصنفہ مولانا سیّد لعل شاہ بخاری خطیب مدنی مسجد واہ کینٹ) کی بعض عبارات وجہ نزاع بنی ہوئی ہیں اور چونکہ مصنف مذکور اس بات کا مدعی ہے کہ:

''راقم السطور نے بھی دارالعلوم میں حضرت مدنی، مولانا بلیاوی اور مولانا اعزاز علی رحمہم اللہ تعالیٰ سے فیض پایا ہے۔'' (استخلاف یزید، ص ۳۵۵)

اس لیے دارالعلوم دیوبند سے وابستہ بعض حضرات علماء نے ان کی بعض عبارات سے اختلاف کیا ہے، اختلاف کرنے والوں میں ایک حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ خلیفہٗ مجاز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ ان کے نزدیک

''وہ عبارات جمہور اہلسنت کے مسلک کے خلاف ہیں اور ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس انداز سے تنقید کی گئی ہے کہ اُن کی دینی عظمت

مجروح ہوتی ہے۔"

حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے اپنی دو کتابوں (خارجی فتنہ حصہ اوّل اور دفاعِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) میں ان عبارات پر بحث کی ہے۔ چونکہ دونوں حضرات جمہور اہلسنت کے پیرو اور اکابر رحمہ اللہ دیوبند کے فیض یافتہ ہونے کے مدعی ہیں، اس لیے ان کی درج ذیل عبارات پر روشنی ڈال کر ہماری راہنمائی فرمایئے تاکہ آنجناب کی رائے گرامی ہمیں مشعلِ راہ کا کام دے...... مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری جنگِ صفین کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

① ...... جمہور اہلسنت کے اس بارہ میں دو قول ہیں:

پہلا قول: "حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مخطی ہیں اور خطاء ان کی اجتہادی ہے یعنی انہوں نے حق کا قصد کیا لیکن خطاء کر گئے، حق کو پا نہ سکے بہرحال ماجور ہیں۔" (استخلاف یزید، ص ۱۷۴)

دوسرا قول: "حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے یعنی خطاء ان کی عنادی تھی اور دورِ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں وہ ملکِ جابر تھے۔" (ایضاً)

اس قول پر تقریباً سترہ حوالے پیش کیے ہیں جن میں محاربینِ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق باغی، خطاکار اور سلطان جابر کے الفاظ پائے جاتے ہیں، ایک حوالہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا بھی ہے جس میں ہے کہ:

> اہل حدیث نے روایاتِ صحیحہ سے دریافت کیا ہے کہ یہ حرکت (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قتال) خواہش نفسانی کی وجہ سے تھی، پس انتہا یہ ہے کہ باغی اور گنہگار گناہ کے مرتکب ہوئے۔
>
> (ایضاً ۱۸۷، بحوالہ فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۵، مترجم اردو)

آگے لکھتے ہیں:

> جمہور اہلسنت کے نظریہ کے مطابق جب طے ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ المحق المصیب ہیں تو یہ امر مستلزم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بالمقابل گروہ

باطل پر ہو کیونکہ حق کے بالمقابل باطل کا کلمہ مستعمل ہوتا ہے، جیسا کہ ویحق اللہ الحق ویبطل الباطل الآیۃ (ایضاً ص ۱۸۸)

اہل سنت کے دونوں اقوال کا مآل ایک ہی ہے کے تحت لکھتے ہیں کہ:

اگر دوسرے قول کی یہ تاویل کر لی جائے کہ محاربین علی رضی اللہ عنہ واقعتاً باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تو اس قول کا مرجع بھی وہی ہو جاتا ہے جو پہلے قول کا ہے البتہ بعض عبارات اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں، ہمارے لیے بہت آسان ہے کہ ہم ان عبارتوں کو رد کر دیں جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں اور اس نظریہ کو حق و صواب سمجھیں کہ اس مقاتلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے محاربین فی الحقیقۃ باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو پا نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ (ایضاً ص ۱۸۹)

لکھتے ہیں کہ:

''اہلسنت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ دورِ علی رضی اللہ عنہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے اور تقتلک الفئۃ الباغیہ صحیح بخاری کی روایت اہل السنۃ کی سند ہے۔''

(ایضاً، ص ۵۲۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت برقرار ہوگئی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور ساری جماعت ان پر متفق ہوگئی تو ان کی بغاوت ختم ہوگئی اور بالاتفاق ان کی عدالت برقرار ہوگئی۔'' (استخلاف یزید، ص ۱۹۱)

حضرت مولانا قاضی صاحب مدظلہ، بخاری شاہ صاحب کی ان عبارات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''استخلافِ یزید سے معلوم ہوتا ہے کہ...... وہ بھی راہِ اعتدال سے ہٹ

گئے ہیں، کتاب کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ حسن ظن نہیں رہتا جو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مثلاً حسبِ ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

①...... جمہور اہلسنت کا دوسرا قول کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے یعنی خطاء ان کی عنادی تھی اور دورِ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ میں وہ ملکِ جائر تھے۔''

اس کے بعد شاہ صاحب نے ہدایہ وغیرہ متعدد کتابوں کی عبارتیں پیش کی ہیں جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں باطل اور جور وغیرہ کے الفاظ ہیں لیکن اس کے متعلق پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کر چکا ہوں کہ اس سے مراد خطائے اجتہادی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً اہل باطل اور اہل جور وہی شخص کہہ سکتا ہے جو ان کو فقیہہ اور مجتہد نہیں سمجھتا اور ان کے خلوصِ نیت میں شک کرتا ہے لیکن جو شخص آپ کو مخلص اور فقیہہ و مجتہد صحابی سمجھتا ہے وہ آپ کے اختلاف کو عنادی نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ حقیقتاً غیر عادل تھے؟ کیونکہ اجتہادی اختلاف میں عادل اور غیر عادل کا تقابل نہیں ہوتا اور شاہ صاحب نے گو آخر میں اہلسنت کے دونوں قولوں کے مابین تطبیق دے کر یہ وضاحت کر دی ہے کہ ''انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو پا نہ سکے۔'' الخ

لیکن اس کے باوجود یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جمہور اہلسنت کی مذکورۃ الصدر آراء دورِ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں ان کے خروج و قتال کے سلسلہ میں تھیں لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصلحت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور ساری

جماعت ان پر متفق ہوگئی تو ان کی بغاوت ختم ہوگئی اور بالاتفاق ان کی علالت برقرار ہوگئی۔'' الخ

یہ بات بھی عجیب ہے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اختلاف (خواہ وہ جنگ وقتال کی صورت میں ہوا) اجتہادی خطاء قرار دے دیا تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ ''صلح کے بعد ان کی عدالت برقرار ہوگئی الخ'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بھی عادل تھے کیونکہ مجتہد تھے اور مجتہد کو غیر عادل نہیں قرار دیا جاسکتا، علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف عناد ونفسانیت پر مبنی ہوتا تو آپ ثالثوں کی تحکیم کی تجویز قبول نہ فرماتے، کیونکہ حقیقتاً باغی کے لیے تو قرآن مجید میں صریح حکم مذکور ہے کہ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر الله (پس باغی گروہ سے اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ وہ اللہ کے حکم یعنی حق کی طرف رجوع نہ کرے) حالانکہ آخری وقت تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول نہیں کی، باوجود اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثالثی کی تجویز قبول فرمائی۔'' (خارجی فتنہ، ۴۲۷)

نیز لکھتے ہیں کہ:

''یہ علم وفہم کے معیار پر بالکل غلط ہے کیونکہ جب انہوں نے دوسرے قول کے تحت ان کی خطاء کو عنادی قرار دے دیا تو حق کا قصد ہی کہاں رہا؟ حق کو پالینے کا قصد تو خلوص پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ عناد اور ہوائے نفس پر؟ ان دونوں باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرلیں اگر یہ کہیں کہ انہوں نے حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا لیکن حق کو پا نہ سکے یعنی خطاء ہوگئی تو پھر خطائے عنادی کے قول کو ردّ کردیں اور اگر عنادی خطاء کے قول کو اہلسنت کا قول تسلیم کرنا ہے تو پھر یہ نہ کہیں کہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا کیونکہ حق کا قصد کرنے کے باوجود خطاء ہوجائے تو

اس کو عنادی خطاء نہیں کہہ سکتے، کیا عناد اور قصدِ حق دونوں جمع ہو سکتے ہیں؟'' (دفاعِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۲۹)

نیز مولانا لعل شاہ صاحب کی طرف سے ''فتاوی عزیزی مترجم اردو ص ۲۲۵، پیش کردہ حوالہ کے متعلق قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ:

فتاویٰ عزیزی کی مذکورہ زیر بحث عبارت الحاقی سمجھی جائے گی۔

(دفاعِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۳۵)

نیز لکھتے ہیں کہ:

اگر روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہوتی تو پھر اکثر مفسرین اور فقہاء اس کے خلاف کیوں مسلک اختیار کرتے ہیں؟ (ایضاً ص ۳۶)

②......مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرنا ممنوع ہے۔ (استخلافِ یزید، ص ۳۴۸)

نیز لکھتے ہیں کہ:

میرے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع دین کی ایک اہم خدمت ہے۔

(ایضاً، ص استخلافِ یزید)

اس کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ کرنے کا۔

آگے لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی یہ روایت عکاسی کرتی ہے کہ سبِّ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہایت اہتمام کیا جاتا ہے...... بہر حال لاتسبوا اصحابی الحدیث کے تحت جو سبّ منہی عنہ اور ممنوع ہے اسی سبّ وشتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا

تھا۔ (استخلاف یزید، ص ۲۲۶)

قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

مولانا لعل شاہ اس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سب سے منع فرمایا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے اہتمام سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں۔

اس بات کو تسلیم کرنے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی اور دینی پوزیشن کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ (دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۳)

③...... بخاری صاحب لکھتے ہیں:

'اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عنادل خوش گلو کی نوا سنجی سے وابستہ تھی لیکن کبھی کبھی مقدام رضی اللہ عنہ ابن معدیکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کر دیتی تھی۔ (استخلافِ یزید، ص ۲۳۳)

قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

یہ تمسخر اور ٹھٹھا ہے یا دفاع و عقیدت۔ (دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۴)

④...... شاہ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محبوب فرزند نے اپنے زورِ خطابت اور کمالِ فصاحت و بلاغت میں جہاں زیاد کی مٹی پلید کی، وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے فداک ابی و امی کہہ کر بلائیں لیتے ہیں ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے۔ (استخلاف، ص ۱۵۵)

قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

یہ جارحیت ہے یا کہ دفاع؟ شیعیت کا یہی مزاج ہے۔

(دفاع حضرت معاویہؓ، ص ۱۵۴)

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

⑤...... صفین کی جنگ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصاص میں دمِ عثمان رضی اللہ عنہ سے لڑی ہے اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت اس جنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے۔ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے۔

(استخلاف، ص ۵۲۶)

حضرت قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

یہ دفاع ہے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت پر ناپاک حملہ؟ بیشک عقیدہ اہلسنت والجماعت میں حضرت معاویہ باغی تھے لیکن آپ کی یہ بغاوت صرف صورتاً تھی نہ حقیقتاً، کیونکہ آپ مجتہد تھے اور آپ سے اس میں خطائے اجتہادی سرزد ہوگئی تھی ...... اگر نیت میں فساد ہو تو اس کو نہ اجتہاد کہہ سکتے ہیں اور نہ اس پر ایک گونہ اجر ملتا ہے، اور پھر جو دوسرے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کیا وہ بھی دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغاوت کے مرتکب تھے؟

یہاں تو شاہ صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنا نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت چاہتے تھے لیکن پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باطل کا نہیں بلکہ حق کا قصد کیا تھا۔'' یہ دونوں عبارتیں آپس میں متضاد ہیں کیونکہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے تو ان کا حق کا قصد کرنا صحیح نہ رہا اور اگر ان کا حق کا قصد کرنا صحیح ہے تو ان پر دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لینے کا الزام بالکل غلط ہے۔

شاہ صاحب کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ ''اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے'' کیونکہ یہ شیعوں کا عقیدہ ہے نہ کہ اہلسنت

والجماعت کا؟

نیز لکھتے ہیں کہ:

مندرجہ بالا چار عبارتوں کے پیش نظر کوئی صاحبِ عقل وانصاف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولانا لعل شاہ بخاری نے ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کی ہے یا اُن کا دفاع کیا ہے بلکہ یہی فیصلہ کرے گا کہ ان عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھلم کھلا استہزاء واستخفاف اور طعن وتنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ (دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۷)

چونکہ مولانا لعل شاہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ ''ہم اہلسنت، والجماعت ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد اور دار العلوم دیوبند کے فیض یافتہ...... خاندانِ ولی اللہ اور اکابر دیوبند سے وابستگی ہے۔ (استخلاف، ص ۴۷۸) اور ''ہم نے جو کچھ لکھا ہے...... جمہور اہلسنت کی پیروی میں لکھا ہے۔ (استخلاف، ص ۱۱۷)...... اس لیے براہ کرم ارشاد ہو اس بارہ میں:

① ...... کہ مولانا لعل شاہ صاحب اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ میں سے کس کا موقف ومسلک جمہور اہلسنت اور اکابر دیوبند کے مطابق ہے؟

② ...... شاہ صاحب نے جنگِ صفین کے متعلق جمہور اہلسنت کی طرف سے جو دو اقوال پیش کیے ہیں کیا دونوں صحیح ہیں؟ اگر ہاں، تو کیوں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ نیز دونوں اقوال میں جو تطبیق دی گئی ہے وہ صحیح ہے یا غلط، اور کیوں؟ مذکورہ عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف پائی جاتی ہے یا تنقیص وتنقید؟ امید کی جاتی ہے کہ آنجناب ضرور ہماری راہنمائی فرمائیں گے۔

فقط والسلام

منجانب: اہل سنت والجماعت ساہی وال ضلع سرگودھا، پاکستان، مورخہ ۲۰ راگست ۱۹۸۵ء

الجواب

سوال میں مولانا لعل شاہ بخاری کی کتاب ''استخلاف یزید'' اور مولانا قاضی مظہر حسین کی کتاب ''دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ'' کے جو حوالے نقل کیے گئے ہیں، اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کے مطابق ہے اور بخاری لعل شاہ کا موقف اس باب میں غیر معتدل اور شیعی مزاج کے مطابق ہے، ان کی عبارت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص عیاں ہے، جو اہل السنّت والجماعت کے مسلک کے قطعاً خلاف ہے۔ مولانا لعل شاہ بخاری کا فریضہ ہے اپنی کتاب سے ان عبارتوں کو خارج فرما دیں جن سے صحابی رسول اور کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چوٹ ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله فى اصحابى لاتتخذوهم غرضاً من بعدى فمن احبهم فبحبى احبَّهُمْ ومن ابغضهم فببغضى ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانى ومن آذانى فقد آذى الله ومن آذى الله فيوشك ان ياخذه. رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف)

کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ کے ناقدین کے اٹھائے جانے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ،دفاع حضرت معاویہؓ کے حوالے سے مستند کاوش

روافض کی طرف سے مذہبِ اہل سنت پر کئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات، حقانیت مذہب اہل سنت سے متعلق دلائل و براہین کا انمول خزانہ
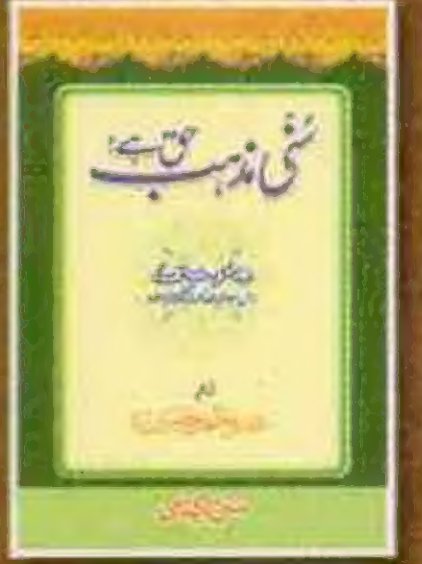
طلباء وطالبات کی نظریاتی ذہن سازی کے لئے ایسے بنیادی عقائد کا مجموعہ جن پر ایمان نجات اخروی کا ضامن ہے۔

کتاب ''آفتاب ہدایت'' کے جواب میں لکھی جانے والی ''تجلیات صداقت'' پر تحقیقی مقالہ ،مذہب اہل سنت کی حقانیت پر لاجواب شاہکار

ماہ محرم کے مروجہ ماتم کے حوالے سے اہل سنت والجماعت کا اجماعی موقف، دلائل و براہین کی روشنی میں

سُنّی اکیڈمی
جامعہ اہل سُنت تعلیم النساء
عقب مدنی جامع مسجد چکوال پاکستان 0300-9470582